(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبیث حرام کرتے ہیں (القرآن)

# مہلک گناہ

جنہیں معاشرہ میں معمولی سمجھا جاتا ہے
حالانکہ ان سے بچاؤ بہت ضروری ہے


تالیف
الشیخ محمد بن صالح المنجد حفظہ اللہ تعالیٰ

اعداد و تقدیم
عبداللہ ناصر الرحمانی






## سلسلہ احیاء منہج السلف (۲)

انتاج : مکتبہ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام، فرع (۱)

رئیس المکتبۃ : فضیلۃ الشیخ / علی بن عبد اللہ النمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر المکتبۃ : فضیلۃ الشیخ / عبد اللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

ہیڈ آفس : 103۔ڈی۔او۔ایچ۔ایس فیز II ملیر کینٹ کراچی۔

ملنے کا پتہ : جامع مسجد الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی۔فون: 0331 0300-3996630

برائے رابطہ : سعد بن عبد العزیز موبائل: 0300-2310189

# فہرستِ مضامین



# مقدمہ ازمترجم

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ، ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلاهادى له، وأشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔

[يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ] [1]

[يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا] [2]

[يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا] [3]

أما بعد: فان أصدق الحديث كتاب الله ، وأحسن الهدى هدى محمد ﷺ، وشر الامور محدثاتها ، وكل محدثة بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، وكل ضلالة فى النار۔

زیرِ نظر مختصر مگر انتہائی جامع رسالے کا موضوع بیانِ محرمات ہے، یہاں محرمات سے مراد وہ امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، جن سے بچاؤ ازحد ضروری ہے؛ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ شریعت جن چیزوں کو حرام قرار دیتی ہے تو اس کی وجہ ان کا خبیث

1 سورۂ آل عمران:102۔
2 سورۂ نساء:1۔
3 سورۂ احزاب:70-71۔



ہونا ہے، لقولہ تعالیٰ:

[وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ] [1]

یعنی رسول اللہ ﷺ ہر طیب چیز کی حلت، اور ہر خبیث چیز کی حرمت بیان فرماتے ہیں۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو حرام کی گئی ہے خبیث ہے، لہٰذا کسی بھی حرام کام کے ارتکاب کا معنی یہی ہوگا کہ ایک خبیث چیز اختیار کرلی گئی ہے، جس کی بظاہر خباثت کا شاید ہمیں علم نہ ہوسکے لیکن اللہ رب العزت جو اپنے تمام حلال وحرام امور کے اسرار کو جانتا ہے، اس شیٔ کے خبث سے بخوبی واقف ہے، جس کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اس امرِ محرم کا ارتکاب کرنے والے کو ایک خبیث شیٔ اپنانے کی وجہ سے دنیا یا آخرت یا دونوں جہانوں میں اپنے عذاب کا نشانہ بنادے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے حلال وحرام امور کو واضح طور پر ذکر کرکے بندوں پر حجت تمام کردی ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی درج ذیل روایت ملاحظہ ہو:

[عن النعمان بن بشير رضى الله عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ، ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يوقع فيه، ألا وان لكل ملك حمى ، ألا وان حمى الله محارمه . . .] [2]

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان

1 سورۂ اعراف:157۔
2 صحیح بخاری وصحیح مسلم، رقم الحدیث:۴۰۹۵۔

کچھ مشتبہ امور بھی ہیں جنہیں بیشتر لوگ نہیں جان پاتے، پس جو شخص ان مشتبہ امور کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچا گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا، اور جو شخص ان مشتبہ امور میں پڑ گیا تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے مویشی اپنے کھیت کے کنارے چرتا ہوا چھوڑ دے، عین ممکن ہے کہ وہ مویشی (کنارے پر ہونے کی وجہ سے) پڑوسی کے کھیت میں گھس جائیں، خبردار ! ہر بادشاہ کی ایک سرحد ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی زمین پر سرحد اسکے حرام کردہ امور ہیں..... ]

اس حدیث سے کئی مسائل اخذ ہوتے ہیں، ایک مسئلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور حرام امور کو الگ الگ، کھول کھول کے بیان فرما دیا ہے، جس کی حکمت یہ ہے کہ جو امور خالق کائنات نے حلال بیان فرمائے ہیں انہیں دل وجان سے قبول کیا جائے اور اپنایا جائے؛ کیونکہ وہ سب کے سب طیب ہیں۔ اور جو امور اللہ رب العزت نے حرام بیان فرمائے ان سے یکسر اجتناب کیا جائے؛ کیونکہ وہ سب خبیث ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حلال وحرام کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کے حکم سے اکثر لوگ ناآشنا ہوتے ہیں، تقویٰ اور ورع کا تقاضا یہ ہے کہ ان امور سے بھی پوری طرح کنارہ کیا جائے؛ کیونکہ ان امور کا ارتکاب بندے کو حرام بیّن میں داخل کر دیتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں مذکور مثال سے یہ نکتہ سمجھایا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ زمین پہ اللہ تعالیٰ کی سرحدیں وہ امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا ہے، یہ بات نہایت زبردست وعید اور تنبیہ کی حامل ہے، چنانچہ زمین کے بادشاہوں کی اپنی اپنی سلطنتوں کی طے شدہ حدود ہوتی ہیں، اگر کوئی بادشاہ کسی دوسرے بادشاہ کی سرحد عبور کر کے بلا اجازت اس کی مملکت میں داخل ہو جائے یا کسی طور اس کی حد بندی



میں تجاوز کا مرتکب ہو جائے، تو اس بادشاہ کو اسے سزا دینے یا اس سے جنگ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ واضح ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے کی بھی حدود ہیں، ان حدود کی مخالفت کرنے والا یا تجاوز کرنے والا کس قدر اس احکم الحاکمین کے غیظ وغضب کا نشانہ بنے گا؟

اللہ تعالیٰ کی حدود کیا ہیں؟ وہ امور جنہیں اس ذات نے حرام قرار دے دیا۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی سرحدوں سے تجاوز کرنے والے درحقیقت ان کی غیرت کو للکارتے اور چیلنج کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والا یعنی محرمات کا ارتکاب کرنے والا بھی اس ذات کی غیرت کو للکارتا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: [ ما من أحد أغير من الله، من أجل ذلك حرم الفواحش ...] [1]

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ أنه قال: [ ان الله يغار وغيرة الله أن يأتی المؤمن ما حرم الله] [2]

ترجمہ: [عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑا غیرت والا کوئی نہیں، اسی لیئے اس نے فواحش کو حرام کر دیا ہے۔]

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے، اور یہ غیرت اس وقت آتی ہے جب بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی کسی حرام کردہ کام کا ارتکاب کر بیٹھے]

مذکورہ دونوں حدیثوں سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کے غیرت میں آنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا باغیرت ہے، اس جملہ کی تہہ میں

---

1 صحیح بخاری، کتاب النکاح، 5220۔
2 صحیح بخاری: 5223۔

بڑی خوفناک وعید ہے، اور وہ اس طرح کہ انسانوں کے اندر بھی غیرت کی حس موجود ہے، اگر کسی انسان کی غیرت کو للکارا جائے تو وہ کس قدر غضبناک ہوجاتا ہے؟......اللہ رب العزت تو سب سے بڑا صاحب غیرت ہے، اس کی غیرت کو للکارنے والا اس کے کس قدر غضب اور عذابِ الیم کا نشانہ بنے گا......غور کیجئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مظہر کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کو کیسے للکارا جاتا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب مذکورہ دونوں حدیثوں میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مظہر، علامت اور پہچان قرآن وحدیث کے وہ نصوص ہیں جن میں حرام امور کا ذکر ہے ، وہ تمام امور خبیث ہیں، فحش ہیں، اللہ تعالیٰ کی غیرت ان تمام امور کے حرام کرنے کی متقاضی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام کردیا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو وہ بندہ للکارتا ہے جو اس پر ایمان لانے کے باوجود اس کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرے۔

یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کو بھی ابھارنے کا سبب تھی، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے:

[...ما انتقم رسول الله ﷺ لنفسه في شئ يؤتى إليه ينتهك من حرمات الله فينتقم لله ][1]

ترجمہ: [اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص کتنا بھی دکھ دیتا آپ اپنی ذات کیلئے کوئی انتقام نہ لیتے، لیکن جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کسی امرِ محرم کا ارتکاب کرکے اللہ تعالیٰ کی حد کو پامال کرنے کی کوشش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (شدتِ غضب کی بناء پر) اللہ تعالیٰ کیلئے اس سے ضرور انتقام لیتے]

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم: ٦٨٥٣۔



کسی بھی امرِ محرم کا ارتکاب کتنا شدید گناہ ہے اس کا اندازہ درج ذیل دو حدیثوں سے لگالیا جائے:

عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت: قال رسول الله ﷺ: [ ستة لعنتهم ، لعنهم الله وكل نبي كان: الزائد في كتاب الله ، والمكذب بقدر الله ، والمتسلط بالجبروت ليعز بذلك من أذل الله ، ويذل من أعز الله ، والمستحل لحرم الله ، والمستحل من عترتي ماحرم الله ، والتارك لسنتي ][1]

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [چھ قسم کے انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی، میری اور مجھ سے قبل ہر نبی کی لعنت ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی شریعت میں اضافہ کرنے والا، دوسرا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا، تیسرا قہر وجبر سے تسلط حاصل کرنے والا تاکہ اس تسلط کے ذریعے ان لوگوں کو عزت دے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اور ان لوگوں کو ذلیل کردے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی ہے، چوتھا اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال کرنے والا، پانچواں میرے خاندان میں سے کسی کی عزت وحرمت پر ہاتھ ڈالنے والا، چھٹا میری کسی سنت کو ترک کردینے والا] (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے مستدرک میں روایت کرکے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، امام ذھبی نے اس پر موافقت فرمائی ہے)۔

اس حدیث میں وہ چھ افراد مذکور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیز تمام انبیاء ومرسلین کی زبانوں پر ملعون ہیں، ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھنے والا ہو، واضح ہو کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں سے کسی شئ کو محض عملاً اختیار کرے تو یہ فسق وفجور ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کا عقیدہ رکھتا ہو تو یہ کفر ہے۔

(اعاذنا الله من الفسق والفجور والكفر)۔

[1] جامع ترمذی، کتاب القدر، ٢١٥٤۔

دوسری حدیث:

عن ثوبان عن النبی ﷺ أنه قال: [ لأعلمن أقواما من أمتی یأتون یوم القیامة بحسنات أمثال جبال تھامة بیضاء، فیجعلھا اللہ عزوجل ھباء منثورا قال ثوبان: یارسول اللہ ﷺ، صفھم لنا، جلھم لنا أن لانکون منھم ونحن لانعلم۔ قال :أما إنھم إخوانکم ومن جلد تکم، ویأخذ ون من اللیل کماتأخذون، ولکنھم أقوام إذا خلوا بمحارم اللہ انتھکوھا]

ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [میں اپنی اُمت کے کچھ لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ پہاڑوں کی طرح بڑی بڑی چمکدار نیکیاں لائیں گے، مگر اللہ رب العزت انہیں غبار بنا کے اڑا دے گا، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں ان لوگوں کی صفات سے آگاہ فرمایئے، کہیں لاعلمی میں ہم ان میں شامل نہ ہوجائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے ہی بھائی بند ہونگے اور تمہاری طرح شب بیدار بھی ہونگے، لیکن جونہی تنہائی میں انہیں کوئی موقع ہاتھ آئیگا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرکے اللہ تعالی کی حدوں کو پامال کردینگے] (اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام منذری نے الترغیب والترھیب میں بسندِ صحیح روایت کیا ہے، شیخ البانی نے الصحیحۃ میں اس حدیث کو صحیح اور اس کے تمام رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے، دیکھیئے (۲/ ۱۸) رقم (۵۰۵)

اس حدیث میں ارتکابِ محرمات کی نہایت شدید وعید وارد ہوئی ہے، بالخصوص وہ شخص جو لوگوں میں نیک مشہور ہو، حتی کہ تہجد کا اہتمام کرنے والا بھی ہو، لیکن تنہائی میسر آتے ہی گناہوں کا ارتکاب شروع کردے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:



عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه أنه قال :[قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یحرم حرمة الا وقد علم أنه سیطلعھا منکم مطلع، ألا وانی آخذ بحجزکم أن تھافتوا فی النار کتھافت الفراش أو الذباب]

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللہ تعالی نے جس کسی چیز کو حرام قرار دیا تو اسے یہ بات معلوم تھی کہ تم میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس کا ضرور ارتکاب کرے گا، خبردار! میں تو تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں، مبادہ تم آگ پر منڈلانے والے پروانوں کی طرح آگ میں نہ گرجاؤ] (مسند احمد (۱/ ۳۹۰) حافظ احمد شاکر نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرمات کا ارتکاب کرنے والا پروانے کی مانند آگ پر منڈلارہا ہے، اگر اسے بچایا نہ گیا یعنی محرمات کی حرمتوں اور وعیدوں سے آگاہ کرکے اسے ان سے باز نہ کیا گیا تو وہ پروانوں کی طرح بالآخر آگ کا نشانہ بن جائے گا (نعوذ باللہ من النار وما قرب إلیھا من قول وعمل)

واضح ہو کہ جس طرح وقوعِ محرمات پر شدید ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح اس بندے کیلئے جو محرمات ومنہیات سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتا ہے بڑی بڑی خوشخبریاں ذکر ہوئی ہیں۔

محرمات سے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے حرام کردہ ہر امر کو حرام سمجھے اور حلال کردہ ہر امر کو حلال سمجھے، اس کے بعد حلال امور کو اپنانے اور حرام سے اجتناب کرنے پر پوری توجہ مرکوز رکھے۔

عن جابر رضی اللہ عنه قال اتی النبی ﷺ النعمان بن قوقل فقال: ارسول اللہ ﷺ ! أرأیت اذا صلیت المکتوبة وحرمت الحرام وأحللت

الحلال أأدخل الجنة ؟فقال النبی ﷺ: [ نعم ]

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نعمان بن قوقل نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں فرض نمازیں ادا کرتا رہوں اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حرام جانوں، اور اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جانوں تو کیا میں جنت میں داخل ہوسکتا ہوں ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ہاں ] (اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت فرمایا ہے، جب کہ صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نعمان بن قوقل نے نبی ﷺ سے یہ بھی کہا: ''ولم أزد علی ذلك شیئا ''یعنی اس کے علاوہ اور کچھ نہ کروں )

مسند احمد میں عبداللہ بن حبشی الخثعمی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں نبی ﷺ سے کچھ سوالات کیئے گئے اور آپ ﷺ نے ان کے جوابات دیئے، ایک سوال یہ بھی تھا'' فأی الهجرة أفضل ؟''یعنی کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [من هجر ما حرم الله علیه ] یعنی [سب سے افضل مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ تمام اشیاء چھوڑ دے ]

ان احادیث میں اس شخص کی فضیلت ومنقبت مذکور ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حرام سمجھتا ہوا عملی طور پر اس سے پوری طرح کنارہ کشی اختیار کرلے، اس عظیم الشان تورع کو افضل ترین ہجرت قرار دیا گیا ہے، جبکہ ہجرت کا عام سا ثواب یہ ہے کہ اس سے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں [ان الهجرة تهدم ما کان قبلها... الحدیث ][1]

ہم آخر میں اولاً اپنے آپ کو اور پھر اپنے تمام قارئین کو ذنوب ومعاصی کی خطورت وہولناکی سے ڈراتے ہیں، اور ورع وتقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، گناہ صرف آخرت ہی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، مسند احمد۔



نہیں بلکہ دنیا میں بھی انفرادی واجتماعی ہلاکتوں اور بربادیوں کا سبب بن سکتا ہے۔

آدم علیہ السلام کو جنات النعیم سے کس چیز نے نکالا؟ اور ایک ایسے گھر میں جو مستقل مصائب ومشاکل کی آماجگاہ ہے کس چیز نے پہنچایا؟ کیا وہ ایک اور صرف ایک معصیت نہیں تھی؟

ابلیس جو ملائکہ کے ساتھ ملکوتِ سماوی میں سکونت پذیر تھا، کس وجہ سے مطرود وملعون ہوکر راندۂ روزگار ہوگیا؟ اس کا ظاہر وباطن کیوں مسخ کردیا گیا اور اسکی شکل کو قبیح ترین سانچہ میں ڈھال دیا گیا؟ رحمت کی جگہ لعنت، قرب کی جگہ بعد اور جنت کی جگہ جہنم کیوں اس کا مقدر بن گیا؟

نوح علیہ السلام کے دور میں ساکنانِ کرۂ ارضی کو کیوں غرق کردیا گیا کہ گنتی کے چند افراد کے سوا کوئی باقی نہ بچا؟ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا عالم یہ تھا کہ طوفان کا پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی اوپر جاچکا تھا۔ قوم عاد پر تباہ کن ہوا کیوں مسلط کی گئی، حتی کہ ان کے بھاری بھرکم اور طویل وعریض جثے کھجوروں کے تنوں کی مانند مردار ہوکر زمین پر بکھرے پڑے تھے اور صورتِ حال یہ تھی کہ یہ طوفانی ہوا جہاں سے گزرتی ہر چیز کو مسمار کرتی جاتی، ان کے بلند وبالا مکانات، باغات اور مویشی تباہ وبرباد ہوکر آنے والی امتوں کیلئے نشانِ عبرت بن گئے۔

قوم ثمود پر انتہائی خطرناک چیخ کس وجہ سے مسلط کی گئی؟ جس کی خطورت کا عالم یہ تھا کہ وہ چیخ جس کی ساعت سے ٹکرائی اس کا دل چھلنی ہوگیا اور یوں پوری قوم موت کی وادی میں دھکیل دی گئی۔

قوم لوط کی پوری بستی کو کون سی چیز آسمان کی بلندیوں تک لے گئی، حتی کہ آسمان کے فرشتوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں؟ پھر اتنی بلندی سے ان کی بستی کو الٹا کر زمین پر پھینک دیا گیا اور پوری قوم کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔

قوم شعیب پر سائے کی مانند، عذاب بھرے بادل چھوڑے جانے کا سبب کیا تھا؟ حتی کہ جب وہ قوم اس بادل کے نیچے بارش کی غرض سے جمع ہوگئی تو عذابِ ایم کا قہر برسا کر پوری قوم کو

اس طرح خاکستر کر دیا گیا کہ ان کا نام ونشان تک نہ باقی بچا۔

فرعون اور قوم فرعون کو بحرِ مواج میں غرق کر کے ان کی روحوں کو دوزخ کے عذابِ مھین میں جھونکنے والی چیز کیا تھی؟ قارون اور اسکے اہل، مال اور گھر کس بناء پر زمین میں دھنسا دیئے گئے؟

نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی متعدد قوموں کی بربادیوں پر مشتمل داستانوں کا بنیادی نکتہ کیا تھا؟

بنی اسرائیل پر ایک طاقتور قوم، جس نے ان کے گھروں میں گھس کر مردوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قید کر کے نوکر اور باندیاں بنانے کی نوبت کیوں آئی؟ ان کے گھر کیوں جلا دیئے گئے اور انکے مال مویشی کیوں لوٹ لیئے گئے؟ بربادی کی یہ داستان دوبار دہرائی گئی، کیوں؟

ان تمام ہلاکتوں، تباہیوں اور بربادیوں کا ایک ہی محرک ہے، اور وہ ان قوموں کا اپنے اپنے نبیوں کی خیر خواہانہ دعوت سے انحراف کر کے مختلف گناہوں اور معصیتوں میں مبتلا ہونا تھا (انتہی ملخصا من کلام العلامة ابن القیم رحمه الله)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی مایۂ ناز تألیف ''الجواب الکافی لمن سئل عن الدواء الشافی'' میں گناہوں کے انفرادی واجتماعی نقصانات کی ایک طویل فہرست پیش فرمائی ہے، ہم اپنے تمام بھائیوں کو اس کتاب کے مطالعہ کی نصیحت کرتے ہیں، ہماری یہ خواہش ہے کہ اس عظیم کتاب کی تلخیص وترجمہ پیش کیا جائے (والتوفیق بید الله تعالی) یہاں اس مختصر سے مقدمہ میں ہم حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے گناہوں کے ذکر کردہ بعض نقصانات چند جملوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

گناہ سب سے بڑا مرض اور ہلاکت کا سب سے قریبی راستہ ہے، گناہوں پر اصرار بندے کی حیاء ختم کر دیتا ہے، گناہگار اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی حقیر اور ذلیل بن جاتا ہے، گناہ کی



نحوست سے انسان خود، اس کی اولاد، اس کا مال، حیوانات ونباتات غرضیکہ ہر چیز متأثر ہوتی ہے، گناہ بالآخر معاشرہ میں ذلت کا باعث بن جاتا ہے، گناہ کے ارتکاب سے عقل وحفظ فاسد ہوجاتے ہیں، گناہ دل کو اندھا کر دیتا ہے، گناہ موجبِ لعنتِ پروردگار ہے، گناہ کے بہ سبب بر وبحر اور کائنات کی دیگر چیزوں میں فساد رونما ہوتا ہے، گناہ قلب انسانی سے غیرت کی حرارت بجھا کر انسان کو بے غیرت بنا دیتا ہے، گناہ انسان کو کمزور کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اسکا دشمن طاقتور ہو کر اس پر غلبہ پالیتا ہے، گناہ نعمتوں کے زوال کا سبب بن جاتا ہے، گناہ بندے کے دل کو خوف اور وحشت سے بھر دیتا ہے، گناہ کے ارتکاب سے بندہ اللہ تعالیٰ اور اسکی مخلوق کے سامنے اپنی عزت وکرامت کھو دیتا ہے، گناہ سے زمین کی برکتیں مٹ جاتی ہیں، گناہ بندے کو درکاتِ جہنم میں دھکیل دیتا ہے، گناہ نفس کی خباثت اور بصیرتِ قلب کے اندھے پن کا باعث ہے، وغیرہ وغیرہ۔

گناہ کی ان قباحتوں اور شناعتوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ کوئی ایسی مختصر سی دستاویز مہیا کی جائے جس میں جامعیت کے ساتھ مہلک گناہوں کا تعارف ہو، اس کیلئے فضیلۃ الشیخ محمد صالح المنجد حفظہ اللہ کا رسالہ بنام ''محرمات استهان بها الناس یجب الحذر منها'' ہماری نظروں سے گزرا، ہم نے اسے انتہائی مختصر، جامع اور اپنے مقصود کے مطابق پایا، بحمد اللہ چند مجالس میں ترجمہ کی تکمیل ہوگئی، ہم اپنے تمام بھائیوں کو اس کے مطالعہ کی دعوت دینگے تاکہ وہ معصیتوں سے متعارف ہوسکیں اور یوں بچاؤ ممکن ہوسکے۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: لوگ رسول اللہ ﷺ سے امورِ خیر کی بابت پوچھتے، جبکہ میں امورِ شر کا سوال کرتا تاکہ شر سے متعارف ہو کر بچ سکوں۔ امیر عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اہلِ اسلام وقت کی جاہلیت کو نہ پہچانیں تو اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر حلال وحرام کا فرق واضح فرمادے، پھر

مشتبهات کا فہم عطا فرمادے، پھر اختیارِ حلال اور اجتنابِ محرمات ومشتبهات کی توفیق عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حیاتِ طیبہ بسر کرنے کی توفیق عطا فرمادے جو ورع، تقوی اورزہد سے بھرپور ہو۔

اللہ رب العزت اس انتہائی نافع رسالہ کے مؤلف، مترجم اور جملہ عاملین ومساہمین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کی تیاری وطباعت کی اس نیکی کو سب کا ذخیرہ آخرت بنادے۔

انه قريب سميع مجيبللدعوات ،وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

وکتب ذلک/عبداللہ ناصر الرحمانی عفااللہ عنہ

مدیر: مکتبة عبد الله بن سلام لترجمة كتب الإسلام فرع

20 رجب 1425ھ



## مقدمہ

إن الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت اعمالنا منيهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له اشهد ان لا اله الا الله وحدهلاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

أما بعد:

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے کچھ امور فرض کردیئے ہیں جنہیں ضائع کردینا جائز نہیں ہے، جبکہ کچھ حدود بیان فرمادیں جن سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دے دیا جنہیں پامال کرنا جائز نہیں۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[ مَا أَحَلَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَافِيَةٌ فَاقْبَلُوا مِنَ اللهِ الْعَافِيَةَ ،فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَكُنْ نَسِيًّا ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَةَ {وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيّاً} ][1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کو حلال کہا ہے وہ حلال ہیں اور جن چیزوں کو حرام کہا ہے وہ حرام ہیں اور جن چیزوں سے متعلق خاموشی اختیار فرمائی وہ عافیت ورخصت کے زمرہ میں ہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرلو اور یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں (یعنی اس کا بعض چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کرنا بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: ترجمہ: (اور نہیں ہے تیرا رب بھولنے والا۔)

[1] مستدرک حاکم: 2/375، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

[تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا][1]

ترجمہ: (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں لہٰذا تم (ان کی حرمتوں کی پاسداری کرتے ہوئے) ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زبردست ڈانٹ پلائی جو اس کی حدود کو پامال کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

[وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٤﴾][2]

ترجمہ: (جو شخص اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی (مقرر کردہ) حدوں سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا)

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ][3]

(یعنی میں تمہیں جس چیز سے روکتا ہوں اس سے بچ جاؤ اور جو حکم دیتا ہوں اسے جس قدر استطاعت ہو اختیار کرو)

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کچھ خواہشاتِ نفس کے پیروکار، کمزور طبیعت کے مالک، بہت تھوڑی سمجھ بوجھ رکھنے والے حضرات جب مسلسل اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کا بیان سنتے ہیں تو بگڑ

[1] سورۂ بقرہ:187۔

[2] سورۂ نساء:14۔

[3] مسلم: کتاب الفضائل: باب توقیرہ وترک اکثار سوالہ عمالا ضرورۃ الیہ۔



جاتے ہیں اور ان کے مزاج میں بڑا تکدر آجاتا ہے اور اس قسم کے جملے کسنا شروع کردیتے ہیں۔ ''کیا ہر چیز حرام ہے؟'' ''تم نے ہر چیز حرام کر چھوڑی ہے'' ''تم نے تو ہماری زندگی اجیرن کر رکھی ہے'' ''ہماری عیش کو گدلا اور ہمارے سینوں کو تنگ کردیا ہے'' ''تمہارے پاس حرام وتحریم کے علاوہ کوئی موضوع ہی نہیں'' ''دین بڑا آسان ہے'' ''دین میں بڑی کشادگی اور وسعت ہے'' ''اللہ بڑا غفور رحیم ہے'' ان لوگوں کی اس قسم کی زبانوں کا جواب دیتے ہوئے ہم کہتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے، اس کے فیصلوں کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا وہ بڑا ہی حکمت والا اور انتہائی باخبر ہے، جس چیز کو چاہتا ہے حلال فرماتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے حرام کردیتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہماری غلامی اور عبودیت کا قاعدہ وتقاضہ یہی ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو پوری رضا کے ساتھ مکمل تسلیم وقبول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اس کے علم، حکمت اور عدل سے صادر ہوتے ہیں، وہ احکام نہ تو بیکار و عبث ہیں اور نہ ہی کھیل تماشہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾][1]

ترجمہ: (اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے فرامین کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے)

ہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ ضابطہ فراہم فرمادیا جس پر حلّت اور حرمت کا دارومدار ہے۔ چنانچہ فرمایا:

[وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ][2]

ترجمہ: (اور وہ ''رسول اللہ ﷺ'' ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور

[1] سورۂ انعام:115۔

[2] سورۂ اعراف:157۔

خبیث اور گندی چیزوں کو حرام بتاتے ہیں)

اب یہ بات بخوبی جان لیجئے کہ پاکیزہ چیز حلال ہے اور ہر خبیث چیز حرام ہے۔ اور حلال یا حرام کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جو اس حق کا اپنی ذات کے لئے دعویدار ہو یا کسی شخص میں یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے، اس کا کفر سب سے بڑا اور ملت سے خارج کر دینے والا ہے۔

[اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ][1]

ترجمہ: (کیا ان لوگوں کے ایسے شریک ہے جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی ہے)

تو پھر حلال وحرام جیسے اہم مسئلہ میں گفتگو کرنے کی گنجائش صرف انہی علماء کے لئے بچتی ہے جو کتاب وسنت کا صحیح فہم وادراک رکھنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بلا علم حلال وحرام بیان کرنے والوں کے لئے زبردست ممانعت ووعید وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ][2]

ترجمہ: (جو جھوٹ تمہاری زبانوں پر آجائے اس کی بناء پر ایسا نہ کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے، کہ تم اللہ پر جھوٹ و بہتان باندھنے لگو۔)

اللہ تعالیٰ کی قطعی حرام کردہ اشیاء قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ مثلاً: قرآن پاک سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

---

[1] سورۂ شوریٰ:21۔
[2] سورۂ نحل:116۔



[قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝151 وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝152ۙ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝153][1]

ترجمہ: (آپ کہیئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے، وہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ، اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو، اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پہ چلو اور دوسری راہوں پر مت

---

[1] سورۂ انعام:151-153۔

چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔)

اسی طرح احادیث میں بہت سے محرمات کا ذکر ہے۔مثلاً رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان:

[إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ] [1]

ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام کردی ہے)

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ] [2]

ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتا ہے)

قرآن مجید کے بعض نصوص مخصوص قسم کی محرمات پر مشتمل ہوتے ہیں، مثلاً کھانے پینے کی اشیاء میں حرام چیزوں کا ذکر یوں فرمایا:

[حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ] [3]

ترجمہ: (تم پر حرام کر دیا گیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور (ہر وہ چیز) جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ جانور جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، (ان میں سے) سوائے اس کے جسے تم

[1] ابوداؤد: کتاب البیوع: باب فی ثمن الخمر والمیتۃ۔
[2] دار قطنی: 3/7، حدیث صحیح ہے۔
[3] سورۂ مائدہ: 3۔



نے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لیا ہو اور وہ (جانور بھی تم پر حرام کر دیا گیا) جسے کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ (بھی تم پر حرام کر دیا گیا) کہ فال کے تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرو)

نکاح کے تعلق سے محرمات کا ذکر یوں فرمایا:

[حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ] [1]

ترجمہ: (تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں......)

کسبِ معاش کے تعلق سے محرمات کا ذکر یوں فرمایا:

[وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا] [2]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام......)

الغرض اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کے ساتھ بے حد رحیم و کریم ہے اس نے ہمارے لئے اتنی پاک چیزیں حلال کر رکھی ہے کہ انہیں کثرت اور تنوع کی وجہ سے احاطہ شمار میں لانا ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال چیزوں کو نہیں گنا، کیونکہ وہ بہت زیادہ اور ناقابلِ شمار ہیں، البتہ حرام چیزوں کو گن دیا کیونکہ وہ کم ہونے کے باعث شمار میں لائی جا سکتی تھیں۔اور حرام چیزوں کو شمار کرنے میں ایک یہ نکتہ بھی پنہاں ہے کہ ہم انہیں اچھی طرح پہچان لیں اور بچنے کی پوری پوری کوشش کر سکیں۔

[1] سورۂ نساء: ۲۳۔
[2] سورۂ بقرہ: ۲۷۵۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ][1]

ترجمہ: (تحقیق اس نے وہ تمام چیزیں تمہارے لئے تفصیل سے بیان کردی ہیں جنہیں تم پرحرام کردیا گیا ہے، سوائے اس کے کہ (کوئی حرام چیز کھانے پر) تم بے حد مجبور ہوجاؤ......)

اس کے برعکس حلال اشیاء کی حلّت کا بصورت اجمال تذکرہ فرمایا:

[يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا][2]

ترجمہ: (اے لوگو! زمین میں موجود جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ)

یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر رحیمانہ فیصلہ ہے کہ اس نے تمام چیزوں میں اباحت اور حلت کو اصل قرار دیا ہے کہ جب تک کسی چیز کے حرام ہونے کی دلیل معلوم نہ ہوجائے وہ حلال شمار ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم مہربانی اور شفقت کا کھلا ثبوت ہے، لہٰذا ہم پر اس عظیم نعمتِ الٰہیہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

کچھ لوگوں کا وتیرہ کچھ یوں ہے کہ جب وہ حرام اشیاء کی تعداد و تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں تو احکامِ شرعیہ کے تعلق سے ان کے سینوں میں تنگی اور گھٹن پیدا ہونے لگتی ہے، یہ سب ان کے ضعفِ ایمان اور قلتِ فہم کا نتیجہ ہے۔ اس قماش کے لوگ کیا چاہتے ہیں کہ انہیں صرف انواع واقسام کی حلال اشیاء سے ہی آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اس طرح دین کے آسان ہونے کی تشفی کرسکیں۔ کیا یہ لوگ صرف طیبات کی فہرست ہی ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اسطرح مطمئن رہیں کہ شریعت ان کی عیش وعشرت کو مکدر نہیں کرنا چاہتی؟ کیا یہ لوگ صرف اتنا سننا چاہتے ہیں کہ

[1] سورۂ انعام:۱۱۹۔

[2] سورۂ بقرہ:۱۶۸۔



ذبح شدہ جانوروں مثلاً اونٹ، گائے، بکرا، خرگوش، ہرن، پہاڑی بکرا، مرغ، کبوتر، بطخ اور شتر مرغ کا گوشت حلال ہے۔ ٹڈی اور مچھلی بصورتِ مردار بھی حلال ہے۔ پھل، سبزیاں اور ہمہ اقسام دانے حلال ہیں۔ پانی، دودھ، شہد، تیل اور سرکہ حلال ہے۔ نمک، مرچ اور مصالحے حلال ہیں۔ لکڑی، لوہا، ریت، کنکر، پلاسٹک، شیشہ اور ربڑ میں سے ہر چیز کا استعمال حلال ہے۔

چوپایوں، گاڑیوں، ریلوں، سفینوں اور جہازوں میں سے ہر ایک کی سواری حلال ہے۔

ایئر کنڈیشنڈ، فریج، واشنگ مشین، ڈرائر مشین، اناج پیسنے، آٹا گوندھنے، قیمہ بنانے، جوس نکالنے کی مشینیں، نیز طب، انجینئرنگ، حساب، رصد وفلک اور کنسٹرکشن کے تمام آلات اور زمین سے پانی، تیل یا معدنیات نکالنے کی تمام مشنری اور تزیین وآرائش اور صفائی کے آلات اور کتابت وطباعت کی تمام مشینوں کا استعمال حلال ہے۔

سوتی، ریشمی، اونی، نائلون، پولسٹر، ہر قسم کا لباس اور جانوروں کے بال چمڑا اور اون وغیرہ حلال ہیں۔ نکاح، خرید وفروخت، کفالہ، حوالہ، اجارہ اور ہر قسم کے پیشے، مثلاً نجارہ (بڑھئی)، حدادہ (لوہار)، مشنری کی مرمت اور بکریاں چرانا وغیرہ حلال ہے۔

آپ فیصلہ کیجئے کہاں تک حلال اشیاء کو گنیں گے؟ اس شمار کی کوئی حد آسکتی ہے؟ تو پھر یہ قوم بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔ (لامحالہ حرام اشیاء ہی بیان کی جائیں گی تاکہ ان کے ماسوا اشیاء کی حلّت واضح ہوجائے اور ہر شئی کا اصل بھی حلّت واباحت ہی ہے۔)

جولوگ محرمات شرعیہ کا سننا پسند نہیں کرتے ان کا ایک بہانہ یہ ہے کہ دین تو بہت آسان ہے (تم لوگ حرام، حرام کہہ کے اسے مشکل نہ بناؤ) ایسے لوگوں سے گزارش ہے یقیناً دین آسان ہے، لیکن دین کے آسان ہونے کا جو مفہوم تم پیش کرتے ہو وہ باطل ہے، دین کے آسان ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ اسے اپنی خواہشات وجذبات کے مطابق ڈھال لیں اور اسے آسانی کا نام دے دیں!!؟؟

بلکہ یہ دین اپنے احکام ومسائل کے لحاظ سے آسان ہے......اس عظیم فرق کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ایک شخص محرمات شرعیہ کو یہ کہہ کر پامال کردے کہ دین بڑا آسان ہے تو اس کا یہ استدلال کتنا لغو، فضول اور باطل ہے۔دین واقعی آسان ہے لیکن رخصتوں اور آسانیوں کے اس پروگرام کے ساتھ جو شریعت نے پیش کیں ہیں۔

مثلاً: سفر میں نمازوں کو جمع کرنا، قصر کرنا، روزہ نہ رکھنا، مقیم کیلئے موزوں پر ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن تین راتیں مسح کرنا، پانی کے استعمال میں کسی قسم کے مرض کا خوف ہو تو تیمم کرلینا۔مریض کا دو نمازیں جمع کرلینا، بارش کے نزول کی صورت میں نمازوں کا جمع کرلینا۔نکاح کا پیغام دینے والے کا اپنی منگیتر (جو کہ ایک اجنبی عورت ہے) کو دیکھنے کی اباحت واجازت، قسم کے کفارے میں اختیار دینا کہ خواہ غلام آزاد کرلو یا مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا لباس دے دو، اور اضطراری صورت میں مردار کھانے کی اجازت وغیرہ۔

یہ سب وہ رخصتیں ہیں جو شریعت سے ثابت ہیں اور دین کے آسان ہونے کا مظہر ہیں۔

محرمات کے سلسلے میں ہماری گزشتہ وضاحتوں کے ساتھ یہ بات بھی شامل کرلیجئے کہ ہر مسلمان کو بخوبی جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض چیزیں حرام فرمائی ہیں تو اس میں اس کی بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں۔مثلاً اللہ رب العزت ان محرمات کے ذریعے بندوں کی آزمائش وابتلاء چاہتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے بندے محرمات کے تعلق سے میرے حکم کو کس حد تک قبول کرتے ہیں۔اور اہل جنت کی اہلِ جہنم سے تمیز اور نکھار کا ایک واضح طریق یہ بھی ہے کہ اہلِ جہنم شہواتِ نفس کے سمندر میں ڈوبے ہوتے ہیں، جبکہ جہنم انہی شہوات سے ڈھانپی گئی ہے۔اور اہلِ جنت کا شیوہ یہ ہے کہ وہ ان مکارہ پر صبر کرتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل پیرا ہونے اور اس کے منہیات ومحرمات سے اجتناب کرنے کی صورت میں جو سختیاں پنہاں ہیں ان پر کمالِ صبر کا مظاہرہ کرتے



ہیں)۔اور جنت انہی سختیوں سے ڈھکی ہوئی ہے اگر یہ ابتلاء نہ ہوتی تو نافرمان لوگ، فرمانبرداروں سے جدا اور متمیز نہ ہوتے۔اہلِ ایمان تو تکالیفِ شرعیہ سے حاصل ہونے والی مشقت کو باعثِ اجر وثواب قرار دیتے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل واتباع سمجھتے ہوئے اس کی رضا کے طالب بن جاتے ہیں، اور یوں وہ مشقت ان کے لئے بڑی آسان ہو جاتی ہے۔جبکہ دلوں میں نفاق رکھنے والے تکالیفِ شرعیہ سے حاصل ہونے والی مشقت کو محض درد والم اور محرومی تصور کرتے ہیں، نتیجۃً اس مشقت کا رگڑا مزید سخت ہو جاتا ہے اور خالقِ کائنات کی اطاعت مشکل ترین ہو جاتی ہے۔

محرمات ومنہیات کے اجتناب سے بندہ ایک عجیب سی لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کے لئے کسی چیز کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بہتر عوض اور بدل عطا فرمائے گا، دریں صورت بندہ کا دل لذتِ اعمال سے سرشار ہو جائیگا۔

اس مختصر رسالہ میں قارئین محرمات کی ایک فہرست دیکھیں گے، ان محرمات کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور ہم انہیں کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔اور یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ ان محرمات وممنوعات میں عامۃ الناس گرفتار ہیں، اور معاشرہ میں ان کا ارتکاب کافی حد تک پھیلتا اور بڑھتا جارہا ہے۔ہمارا مقصود ان امور کا بیان اور خیر خواہی ہے۔

میں اپنے لئے اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور توفیق کا طلبگار ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حدود پر ٹھہرنے اور صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمیں محرمات سے محفوظ رکھے، گناہوں سے بچائے رکھے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا اور رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا اور زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔



## (ا) الشرک باللہ
### (اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا)

تمام محرمات میں علی الاطلاق سب سے بڑا گناہ شرک ہے، اسکی دلیل ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟(ثَلَاثًا) قَالُوا: قُلْنَا : بَلٰى ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ][1]

ترجمہ: (میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ (یہ سوال آپ ﷺ نے تین بار دہرایا) صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ کیوں نہیں!! تو آپ ﷺ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے علاوہ شرک کے ہر گناہ کی معافی ممکن ہے، شرک کی معافی کے لئے مخصوص توبہ ضروری ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

[إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ][2]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اسکے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے)۔

واضح ہو کہ کچھ شرک ایسے ہیں جو شرکِ اکبر کہلاتے ہیں جو بندے کو ملتِ اسلام سے خارج کردیتے ہیں، ایسے شرک پر مرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کا جہنمی ہے۔ اس شرک کی بہت سی صورتیں

1 صحیح بخاری: کتاب الشہادات: باب ما قیل فی شھادۃ الزور۔
2 سورۂ نساء: ۴۸۔



بہت سے اسلامی ملکوں میں دکھائی دیتی ہیں، مثلاً:

## عبادۃ القبور
### (قبر پرستی)

قبروں کی عبادت کرنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اولیاء جو مر چکے ہیں ہماری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اور ہماری مشکلات آسان بنا دیتے ہیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے انہیں پکارنا اور ان سے مدد چاہنا (سب شرکِ اکبر ہے)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ][1]

ترجمہ: (اور آپ کے رب نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ لوگو! تم اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو)

اسی طرح انبیاء وصالحین کو شفاعت کیلئے یا سختیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے پکارنا بھی شرکِ اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾][2]

ترجمہ: (تمہارے معبودانِ باطلہ) یا وہ ذات بہتر ہے جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے اور اسکی تکلیف کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے؟ لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو)

1 سورۂ بنی اسرائیل: ۲۳۔
2 سورۂ نمل: ۶۲۔

بعض لوگ تو شیخ یا ولی کے نام کے ذکر کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں چنانچہ جب بھی اٹھیں گے یا بیٹھیں گے یا کوئی ٹھوکر کھائیں گے یا کسی پریشانی، مصیبت یا مشکل سے دوچار ہوں گے (تو اس شیخ یا ولی کا نام پکاریں گے) کوئی یا محمد کہتا ہے اور کوئی یا علی یا، یا حسین پکارتا ہے، کوئی یا بدوی اور کوئی یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہتا ہے، یا کسی کی زبان پر یا شاذلی ہے تو کوئی یا رفاعی پکارتا ہے۔ کوئی العیدروس کو تو کوئی سیدہ زینب کو اور کوئی ابن علوان کو پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ][1]

ترجمہ: (بے شک اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں)

بعض قبر پرست تو قبروں کا طواف کرتے ہیں، ان کے کونوں کا استلام کرتے ہیں اور انہیں اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہیں، ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دیتے ہیں، ان کی تربت اپنے چہرے پر رگڑتے اور ملتے ہیں، قبروں کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاتے ہیں۔ بڑے خشوع وخضوع، عاجزی اور تضرع کے عالم میں قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجات وضروریات کا سوال کرتے ہیں۔ کوئی اپنے کسی مریض کی شفا کا طالب ہوتا ہے، تو کوئی اپنے لئے بچے کا سوالی، کسی کو کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے جس کا وہ قبر والے سے حل چاہتا ہے۔ بعض لوگ تو قبر والے کو یوں کہتے سنائی دیتے ہیں: اے آقا! میں بہت دور دراز سے تیرے پاس آیا ہوں مجھے نامراد نہ لوٹانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ][2]

[1] سورۂ اعراف: ۱۹۴۔

[2] سورۂ احقاف: ۵،۶۔



ترجمہ: (اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور وہ ان کی پکار سے یکسر غافل ہیں، اور جب لوگ میدان حشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبودان کے دشمن ہو جائیں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ ][1]

ترجمہ: (جو شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے شریک کو پکارتے ہوئے مرا وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا)

بعض لوگ قبروں کے پاس اپنے سر منڈوا دیتے ہیں (حالانکہ سر منڈوانا بموقع حج اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے) کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ایسی کتابیں دیکھی گئی ہیں جن میں مشاہد (مزارات) کے حج کی عبادات کا ذکر ملتا ہے، مشاہد سے ان کی مراد اولیاء کی قبریں ہیں (گویا وہ بقصد حج ان قبروں کی زیارت کرتے ہیں) کچھ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء کے پاس اس کائنات میں تصرف کا پورا پورا اختیار ہے اور وہ نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ][2]

ترجمہ: (اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔)

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا۔۔۔۔۔

[2] سورۂ یونس: ۱۰۷۔

## النذر لغیر اللہ

### (غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا)

نذر لغیر اللہ بھی اس شرک میں داخل ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ قبروں والوں کے لئے دیئے جلانے اور چراغاں کرنے کی منت مان لیتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

## الذبح لغیر اللہ

### (غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا)

غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا بھی شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝] [1]

ترجمہ: پس آپ صرف اپنے رب کے لئے نماز پڑھیئے اور صرف اسی کے لئے قربانی کیجئے۔

یہاں یہ حکم صریح ہے کہ اللہ کے لئے اور اللہ کے نام پر قربانی دیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ] [2]

ترجمہ: غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور پھٹکاریں برستی ہیں۔

ایسے ذبیحہ میں دو حرام جمع ہیں۔

(۱) وہ غیر اللہ کے لئے ذبح ہوا (۲) وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح ہوا۔ یہ دونوں صورتیں شرک ہیں اور اس جانور کے گوشت کو حرام کر دیتی ہیں۔

[1] سورۂ کوثر: ۲۔

[2] صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب تحریم ذبح لغیرہ اللہ تعالیٰ۔



دور جاہلیت کا ایک ذبیحہ جو آج بھی مروج ہے، جنوں کا ذبیحہ ہے۔

جسکی صورت یہ ہے کہ جب وہ کوئی گھر خریدتے یا بناتے تو اسکی چوکھٹ پر یا اسی طرح کوئی کنواں کھودتے تو اسکے قریب کوئی جانور ذبح کرتے تا کہ جنوں کی ایذاء رسانی سے تحفظ حاصل ہو جائے۔

## تحليل ما حرم الله أو تحريم ما أحل الله

### (اللہ کے حرام کردہ کو حلال یا حلال کردہ کو حرام ٹھہرانا)

شرکِ اکبر کی ایک صورت جو ہمارے معاشرے میں خوب رواج پا چکی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ شئ کو حلال کر لینا، اسی طرح کسی شخص کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ اسے تحلیل وتحریم کا حق واختیار حاصل ہے شرک اکبر ہے۔

اسی طرح مروجہ عدالتوں میں جاہلی قوانین سے فیصلے طلب کرنا، اس طرح کہ اس میں اس کی رضا اور اختیار شامل ہو، اور اسے حلال جانتا ہو اور اسکے جواز کا عقیدہ رکھتا ہو، شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کفرِ اکبر کا اپنے اس فرمان میں ذکر کیا ہے:

[اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ] [1]

ترجمہ: (ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کے بجائے معبود بنا لیا)

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے ان آیات کی تلاوت سنی تو حیرانگی سے کہا: ''وہ لوگ ان کی پوجا تو نہیں کرتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَجَلْ وَلٰكِنْ يُحِلُّوْنَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَهُ وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فَيُحَرِّمُوْنَهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُمْ] [2]

[1] سورۂ توبہ: ۳۱۔

[2] السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۱۱۶۔ ترمذی ۳۰۹۵ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔

یعنی: [ یہ درست ہے کہ وہ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو ان کے لئے حلال کرتے تھے جسے وہ لوگ حلال مان لیتے تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرتے تھے جسے وہ لوگ حرام مان لیتے تھے، اور یہی تو ان کی عبادت ہے ]

نیز اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا طور طریقہ یوں بھی بیان فرمایا ہے:

[وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ ][1]

ترجمہ: (اور جس چیز کو اللہ اور اسکے رسول نے حرام کیا ہے اسے وہ حرام نہیں سمجھتے ہیں، اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں)

ایک اور مقام پر فرمایا:

[قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللّٰهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ ۝][2]

ترجمہ: (آپ پوچھئے کہ تمہارا کیا خیال ہے، کہ اللہ نے تمہارے لئے جو روزی بھیجی ہے اس میں سے کسی کو حلال بناتے ہو اور کسی کو حرام، آپ پوچھئے کہ اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو اور افتراء کرتے ہو)

## السحر والكهانة والعرافة

**(جادو، کہانت اور نجومیت)**

شرکِ اکبر کی اقسام میں سے ایک قسم سحر (جادو) اور کہانت وعرافہ بھی ہے اور یہ بھی

[1] سورۂ توبہ:۲۹۔
[2] سورۂ یونس:۵۹۔



ہمارے معاشرے میں خوب پھیلی ہوئی ہے جہاں تک جادو کا تعلق ہے تو یہ کفر ہے اور اس کا شمار ان سات کبیرہ گناہوں میں ہے جنہیں شریعت نے مہلک قرار دیا ہے اور یہ سراسر نقصان وحرمان کا باعث ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی نفع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جادو سیکھنے کی بابت فرمایا:

[وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ][1]

ترجمہ: (اور یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان اور نہ نفع پہنچاتا ہے)

اور سحر کا معاملہ کرنے والا شخص کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ][2]

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیاطین کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی اس وقت تک کسی کو نہیں سکھایا کرتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں پس تم کفر نہ کرو۔ جادوگر کا حکم قتل ہے، اس کی کمائی حرام اور خبیث ہے۔ جاہل، ظالم اور ضعیف الایمان قسم کے لوگ جادو کے عمل کے لئے جادوگروں کا رخ کرتے ہیں اور بذریعہ جادو لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں یا ان سے کسی قسم کا انتقام لیتے ہیں۔ کچھ لوگ جادو کے توڑ کے لئے جادوگروں کے پاس جاتے ہیں ایسے لوگ بھی امرِ محرم اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں اس حال میں تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کے پاکیزہ کلام مثلاً معوذات وغیرہ سے شفاء حاصل کی جائے۔

[1] سورۂ بقرہ:۱۰۲۔
[2] سورۂ بقرہ:۱۰۲۔

جہاں تک کاہن اور عراف کا تعلق ہے تو یہ دونوں اللہ عظیم و برتر کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں، کیونکہ یہ دونوں غیب کے علم کے دعویدار ہیں جبکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس قماش کے بیش تر لوگ سادہ لوح لوگوں کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا مال بٹورنے کے لئے انہیں بے وقوف بناتے ہیں اپنی مطلب براری کے لئے بہت سے وسائل استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ریت میں خطوط بنانا یا ضرب الودع یا ہتھیلی، پیالی یا شیشوں اور آئینوں میں قرأت وغیرہ۔ اور کبھی ایک بار ان کی بات سچ نکل بھی آئے تو ننانوے (۹۹) بار جھوٹ بھی سامنے آتا ہے۔ لیکن سادہ لوح لوگوں کو ان شعبدہ بازوں کا وہ ایک بار کا سچ ہی یاد رہتا ہے۔ ننانوے (۹۹) بار کے جھوٹوں پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ لہٰذا اپنے مستقبل کے احوال معلوم کرنے کے لئے شادی یا تجارت کے تعلق سے سعادت وشقاوت کا پتہ لگانے کے لئے یا اپنی گمشدہ چیز کی تلاش وغیرہ کے لئے ان کا رخ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کاہنوں کے پاس جانے والے شخص کا کیا حکم ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر کاہنوں کے پاس جانے والا شخص انکی باتوں کو سچ مانتا ہے تو وہ کافر ہے، اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اسکی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ] [1]

ترجمہ: (جو شخص کسی کاہن یا عراف (نجومی) کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کے ساتھ کفر کیا)

اور اگر کاہن کے پاس جانے والا اس کی تصدیق نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے علم غیب جاننے کا عقیدہ رکھتا ہے بلکہ محض تجربہ کے طور پر جاتا ہے، تو ایسا شخص کافر تو نہیں ہوجاتا لیکن چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جائے گی اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[1] مسند احمد ۲/۴۲۹۔ صحیح الجامع ۵۹۳۹۔



[مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَیْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً] [1]

ترجمہ: (جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس سے غیب کے تعلق سے کوئی سوال کرے تو اسکی چالیس دن تک کوئی نماز قبول نہیں کی جائے گی)

واضح ہو کہ یہ شخص نماز بہر حال لازماً پڑھتا رہے گا اور ساتھ ساتھ لازماً توبہ کرتا رہے گا۔

## الاعتقاد فی تاثیر النجوم والکواکب فی الحوادث وحیاة الناس

**مختلف پیش آمد ہوا قعات وحوادث میں یا انسانوں کی زندگیوں میں ستاروں کے اثر انداز ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی شرک اکبر ہے۔**

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ رضی الله عنه قَالَ: صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلٰی اَثَرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَةِ . فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ ] [2]

ترجمہ: (زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں فجر کی نماز پڑھائی جبکہ رات کچھ بارش بھی برسی تھی آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے: لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (میرے

[1] صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان۔

[2] بخاری: کتاب الاستسقاء: باب قول اللہ تعالیٰ {وتجعلون رزقکم انکم تکذبون}۔

بندوں میں سے کچھ مؤمن ہو گئے اور کچھ کافر جس نے کہا ہمیں یہ بارش اللہ کے فضل ورحمت سے عطا ہوئی ہے وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا کہ اس بارش میں فلاں ستارے کی تاثیر ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے)

واضح ہو کہ بعض لوگ جرائد ومجلات میں شائع ہونے والے ستاروں کی برجوں سے قسمت کے احوال جاننے کی کوشش کرتے ہیں ان کا یہ کردار بھی از قبیلِ شرک ہے، چنانچہ اگر وہ ان نجوم وافلاک کے قسمت کے تعلق سے اثر انداز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو وہ مشرک ہیں اور اگر محض تسلی کے لئے ستاروں کے ان احوال کو پڑھتے ہیں تو وہ نافرمان اور گنہگار ہیں۔

اور شرک پر مشتمل تحریر پڑھ کر تسلی لینا جائز نہیں ہے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ ممکن ہے شیطان ان کے دل میں ان کی تاثیر کا عقیدہ بٹھانے میں کامیاب ہو جائے۔ تو ثابت ہوا کہ اس قسم کی تحریروں کو محض تسلی کیلئے پڑھنا بھی شرک کا بدترین وسیلہ اور ذریعہ بن سکتا ہے۔

**بعض چیزوں میں نفع کی موجودگی کا اعتقاد رکھنا (حالانکہ اللہ عزوجل نے ان میں کوئی نفع نہیں رکھا) بھی شرک ہے۔**

جب کہ بعض لوگ تعویذ گنڈوں، شرکیہ منتروں، مختلف منکوں، یا معدنی کڑوں میں کسی کاہن یا جادوگر کے کہنے یا موروثی اعتقاد کی بنا پر نفع کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہیں اپنی گردنوں میں لٹکا لیتے ہیں یا انہیں اپنے بچوں کی گردنوں پر نظرِ بد سے بچاؤ کیلئے لٹکا دیتے ہیں یا انہیں اپنے جسم کے کسی حصے کے ساتھ باندھ لیتے ہیں یا اپنی گاڑیوں یا گھروں میں آویزاں کر لیتے ہیں۔ کچھ لوگ مختلف نگینوں والی انگوٹھیاں پہن لیتے ہیں اور ان نگینوں کے بارے میں دفعِ بلاء کے تعلق سے



خاص تاثیر کا عقیدہ بنا لیتے ہیں بلاشبہ یہ تمام چیزیں توکل علی اللہ کے منافی ہیں، اور یہ تمام چیزیں بالآخر انسان کو وہن یا کمزوری کے سوا کچھ نہیں دے سکتیں۔ یہ تمام چیزیں حرام اشیاء سے علاج حاصل کرنے کے زمرے میں آتی ہیں بلکہ بہت سے تعویذوں میں تو واضح شرک پایا جاتا ہے۔ جنوں اور شیطانوں سے استغاثہ کیا جاتا ہے یا ان میں دھندلی سی تصوریں یا ناقابلِ فہم تحریریں ہوتی ہے بعض شعبدہ باز تو قرآنی آیات لکھ کر ان میں دیگر شرکیہ کلمات بھی خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو نجس اشیاء یا حیض کے خون سے قرآنی آیات لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ مذکورہ تمام اشیاء کو باندھنا یا لٹکانا حرام ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

[مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ][1]

ترجمہ: (جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا)

ایسے کام کرنے والا شخص اگر ان چیزوں کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ کے علاوہ نفع اور نقصان پہنچاتی ہیں تو وہ ایسا مشرک ہے کہ جس کا شرک، شرکِ اکبر ہی کہلائے گا، اور اگر وہ ان چیزوں کو محض نفع یا نقصان کے اسباب میں سے قرار دیتا ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو نفع ونقصان کے اسباب میں سے قرار نہیں دیا، لہٰذا وہ ایسا مشرک ہوگا جو شرکِ اصغر میں مبتلا ہے۔

## الریاء بالعبادات

### (عبادت میں ریاء کاری)

عملِ صالح کی شرائط یہ ہیں۔ (۱) وہ ریاکاری سے پاک ہو (۲) وہ سنتِ رسول ﷺ کے ساتھ مقید ہو۔

[1] مسند احمد ۴/۱۵۶۔ سلسلۃ الصحیحۃ ۴۹۲۔

جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے کوئی نیکی کرتا ہے، مثلاً دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے۔ وہ شرک اصغر کا مرتکب ہے۔ اور اس کی وہ نیکی برباد ہے۔ اللہ نے فرمایا:

[اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝] [1]

ترجمہ: (بے شک منافق اللہ سے چال بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور یادِ الٰہی یونہی برائے نام کرتے ہیں)

اسی طرح اگر کوئی شخص اس نیت سے عمل کرے کہ اس کے عمل کی خبر خوب پھیل جائے اور لوگوں میں خوب چرچا ہو تو وہ شخص بھی مبتلائے شرک ہے ایسے شخص کے متعلق حدیث میں وعید شدید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ رَاءٰى، رَاءَى اللّٰهُ بِهِ] [2]

ترجمہ: (یعنی جو اپنے عمل سے شہرت کمانا چاہے اللہ اسے شہرت دے دیتا ہے۔ اور جو اپنا عمل لوگوں کو دکھانا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دکھا دیتا ہے)

اور اگر کوئی شخص اس نیت سے کوئی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جائے اور لوگ بھی واہ واہ کریں، تو وہ عبادت بھی برباد ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں ہے:

[أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ] [3]

1 سورۂ نساء: ۱۴۲۔
2 صحیح مسلم۔ کتاب الزھد، باب تحریم الریاء۔
3 صحیح مسلم۔ ۲۹۵۸۔



ترجمہ: (میں شراکت کے تعلق سے تمام شرکاء سے زیادہ بے پرواہوں جس نے کوئی عمل کیا اس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر لیا تو میں اسے اور اس کے حصہ کو چھوڑ دوں گا)

اور اگر کوئی شخص کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے لئے شروع کرتا ہے پھر اس پر ریاکاری کی نیت اثر انداز ہو جاتی ہے تو مسئلہ کی دو صورتیں ہیں

(۱) اگر تو وہ اس ریاکاری کو ناپسند کرتا ہے اس کے خلاف جنگ کرتا ہے اور اسے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس کی نیکی درست ہے۔

(۲) اور اگر وہ اس ریاکاری میں راحت محسوس کرتا ہے اور اسے دور کرنے کا کوئی اقدام نہیں کرتا تو بیشتر علماء کے قول کے مطابق وہ نیکی بھی برباد ہو جاتی ہے۔

## الطِّيَرَة
## (بدشگونی)

"الطیرۃ" سے مراد کسی چیز کو باعثِ نحوست و بدشگونی قرار دینا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس کا تذکرہ موجود ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

[فَاِذَا جَاۗءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ --] [1]

ترجمہ: (پس جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور انکے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے)

اہلِ عرب جب کسی اہم کام کا ارادہ کرتے مثلاً کسی جانب سفر کرنا چاہتے تو کوئی پرندہ

1 سورۂ اعراف: ۱۳۱۔

پکڑ لیتے پھر اسے چھوڑ دیتے، اگر وہ دائیں طرف جاتا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور وہ سفر یا کام جاری رکھتے، اور اگر وہ بائیں طرف جاتا تو اسے بدشگونی قرار دیتے اور اپنے ارادے کو ترک کر دیتے۔ اس عمل کا حکم نبی ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے:

[اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ] [1]

ترجمہ: (بدشگونی شرک ہے)

بدشگونی جو کہ ایک حرام عقیدہ ہے اور کمالِ توحید کے منافی ہے، اسمیں بہت سی چیزیں شامل کی جا سکتی ہیں، مثلاً: مہینوں میں سے کسی مہینے کو نحوست و بدشگونی کا باعث قرار دینا، جبکہ بعض لوگ صفر کے مہینے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اس مہینہ میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ اسی طرح دنوں میں سے کسی دن سے بدشگونی لینا، جیسا کہ بعض لوگ ہر بدھ کو مکمل و مستمر نحوست کا باعث قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی عدد کو منحوس سمجھنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا تیرہ (۱۳) کے عدد کے متعلق یہ خیال ہے۔ اسی طرح کسی نام سے بدشگونی لینا بھی اس زمرے میں شامل ہے۔ اسی طرح کسی بیماری والے سے بدشگونی لینا، مثلاً کوئی شخص اپنی دکان کو کھولنے جائے اور راستے میں کسی کانے پر نظر پڑ جائے تو اسے باعث بدشگونی قرار دیکر وہیں سے واپس پلٹ آئے اور دکان نہ کھولے۔ یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور شرک ہیں۔ نبی ﷺ نے اس قسم کے تمام لوگوں سے اظہار براءت فرمایا ہے۔

[عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ مَرْفُوعاً: لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ أَوْ تُطُیِّرَ لَہٗ أَوْ تَکَہَّنَ أَوْ تُکُہِّنَ لَہٗ (وَأَظُنُّہٗ قَالَ:) أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَہٗ] [2]

[1] مسند احمد ۱/۳۸۹۔ صحیح الجامع ۳۹۵۵۔

[2] طبرانی الکبیر ۱۸/۱۶۲۔



ترجمہ: (وہ شخص ہم سے نہیں ہے جو بدشگونی کرے یا اس کے لئے بدشگونی کی جائے، نہ وہ شخص جو کہانت کرے یا اس کے لئے کہانت کی جائے (اور میرا غالب گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا) اور نہ ہی وہ شخص جو جادو کرے یا اس کے لئے جادو کیا جائے)

واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے کسی قسم کی بدشگونی کا فعل سرزد ہو جائے، تو اس کا کفارہ حدیث میں وارد ہوا ہے، چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ رَدَّتْہُ الطِّیَرَۃُ مِنْ حَاجَۃٍ فَقَدْ أَشْرَکَ، قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا کَفَّارَۃُ ذٰلِکَ قَالَ: أَنْ یَّقُوْلَ أَحَدُھُمْ: اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ إِلَّا خَیْرُکَ وَلَا طَیْرَ إِلَّا طَیْرُکَ وَلَا إِلٰہَ غَیْرُکَ] [1]

ترجمہ: (جس شخص کو بدشگونی کام کرنے سے روک دے اس نے شرک کیا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہہ دینا "اے اللہ ہر نیک و بد تیری طرف سے ہے، اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں")

بدشگونی لینا انسانی طبیعت میں شامل ہے، جو کم او زیادہ ہو سکتی ہے اور اس کا سب سے اہم اور کارآمد علاج "توکل علی اللہ" ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

[وَمَا مِنَّا إِلَّا (أَیْ: إِلَّا وَیَقَعُ فِیْ نَفْسِہٖ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِکَ) وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ] [2]

ترجمہ: (ہم میں سے ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ بدشگونی پیدا ہو ہی جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسے ختم کر دیتا ہے)

[1] مسند احمد ۲/۲۲۰، سلسلۃ الصحیحۃ ۱۰۶۵۔ یہ روایت ضعیف ہے، لہذا صیغہ تمریض سے ہی ذکر کرنا چاہئے۔

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطب۔ وکتاب الکہانۃ والطیر، باب فی الطیرۃ۔ سلسلۃ الصحیحۃ ۴۳۰۔

# اَلْحَلْفُ بِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی

## (غیراللہ کی قسم کھانا)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہتا ہے قسم کھالیتا ہے، لیکن مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت سارے لوگوں کی زبانوں پر غیراللہ کی قسمیں جاری وساری رہتی ہیں۔

''قسم'' تعظیم کی ایک قسم ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔

[عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعاً: اَلَا اِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفاً فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ لِیَصْمُتْ] [1]

ترجمہ: (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! ''اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادوں کی قسمیں کھانے سے روکتا ہے، جو قسم کھانا چاہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور مرفوع روایت مروی ہے:

[مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ] [2]

ترجمہ: (جس نے غیراللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا)

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا:

[مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا] [3]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذور، باب لاتحلفوا بآبائکم۔

[2] مسند احمد ۲/۱۲۵۔ صحیح الجامع ۶۲۰۴

[3] ابوداؤد: کتاب الأیمان والنذور: باب کراھیة الحلف بالامانة۔ الصحیحة ۹۴۔



ترجمہ: (جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں)

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی قسم جائز نہیں ہے، نہ کعبہ کی، نہ امانت کی، نہ شرف کی، نہ مدد کی، نہ کسی کی برکت کی، نہ کسی کی زندگی کی، نہ نبی وولی کے جاہ کی، نہ ماں باپ کی، نہ بچوں کے سر کی۔

یہ تمام قسمیں حرام اور ناجائز ہیں اور اگر کوئی شخص ایسی قسم کھا بیٹھا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ فوراً ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

[مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حِلْفِہٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ] [1]

ترجمہ: (جو شخص قسم کھاتے ہوئے لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھا تو وہ فوراً ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دے) واضح ہو کہ اس قبیل کے کچھ اور الفاظ بھی ہیں جو شرکیہ ہونے کی بناء پر حرام ہیں، مگر وہ بہت سے مسلمانوں کی زبانوں پر رائج ہیں۔ مثلاً:

☆ میں اللہ تعالیٰ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔

☆ میں اللہ تعالیٰ پر اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہو۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی طرف سے ہے۔

☆ میرا اللہ کے سوا اور آپ کے سوا کوئی نہیں۔

☆ آسمان میں میرے لئے اللہ ہے اور زمین میں میرے لئے آپ ہیں۔

☆ اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا۔

☆ میں اسلام سے بری ہوں۔

☆ افسوس! ناکامیٔ زمانہ۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الأیمان والنذور: باب لایحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت۔

اسی طرح ہر وہ عبارت ناجائز ہوگی جس میں زمانہ کو گالی دی جائے۔

مثلاً: ☆ یہ بہت بُرا زمانہ ہے۔

☆ یہ بہت منحوس گھڑی ہے ☆ زمانہ غدار ہے۔ وغیرہ۔

کیونکہ زمانے کو گالی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا خالق ہے۔

☆ طبیعت (فطرت) یوں چاہتی ہے۔

اسی طرح ہر وہ نام بھی ناجائز ہیں جن میں غیر اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو مثلاً: عبد المسیح، عبد النبی، عبد الرسول اور عبد الحسین وغیرہ۔

واضح ہو کہ آج کل بہت سی نئی اصطلاحات اور عبارات سننے میں آتی ہیں جو توحید کے مخالف ومنافی ہیں: مثلاً:

(۱) ''اسلامی اشتراکیت''

(۲) ''اسلامی جمہوریت''

(۳) ''عوام کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہے''

(۴) ''دین اللہ کا اور وطن سب کا''

(۵) ''عربیت کے نام''

(۶) ''انقلاب کے نام'' وغیرہ۔

واضح ہو کہ ملک الملوک (شہنشاہ) یا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا لفظ بھی کسی انسان کے لئے بولنا حرام ہے۔ اسی طرح لفظ سید (بمعنی بزرگ، مسٹر) یا اس کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ کسی کافر یا منافق کے لئے نہ بولا جائے۔ (نہ عربی زبان میں نہ کسی دوسری زبان میں) اسی طرح حرف ''



لو'' (اگر یوں ہو جاتا) جو حیرت وندامت اور ناراضگی کو ظاہر کرتا ہے۔ استعمال کرنا ناجائز ہے۔ یہ حرف (رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق) شیطانی دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح

[اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ][1]

ترجمہ: (اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے)۔ کہنا بھی ناجائز ہے۔

## الجلوس مع المنافقين أو الفساق استئناسا بهم أو إيناسا لهم

(منافقوں یا فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ بیٹھنا ان کی انسیت اور محبت حاصل کرنے کیلئے یا انہیں اپنے آپ سے مانوس کرنے کیلئے)

بہت سے لوگ جن کے دلوں میں ایمان راسخ اور مضبوط نہیں ہوتا، اہل فسق وفجور کے ساتھ مجلس اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی اٹھنے بیٹھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جو کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی شریعت پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور اس کے دین اور اولیاء کا مذاق اڑاتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا ایک عملِ حرام ہے اور عقیدہ میں قدح وطعن کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ۭ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸][2]

ترجمہ: (اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو

[1] تفصیل کے لئے شیخ ابوبکر زید کی کتاب (معجم المناھی اللفظیۃ) دیکھیئے۔

[2] سورۃ انعام: ۶۸۔

شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں)

دریں حالت ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جائز نہیں ہے، خواہ ان کی قرابت وتعلق داری کتنی ہی گہری ہو، خواہ ان کی صحبت کتنی خوشگوار ہو اور خواہ ان کی زبانیں کتنی میٹھی ہوں۔ البتہ اگر انہیں دعوت دینا یا ان کے باطل عمل کو رد کرنا یا ان کا انکار کرنا مقصود ہو تو پھر مجالست کی جا سکتی ہے۔ لیکن ان کے فسق وفجور کے ساتھ رضا وپسندیدگی بالکل جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾] [1]

ترجمہ: (پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا)۔

## ترك الطمانينة فى الصلاة

(نماز میں عدم اطمینان)

چوری کے جرائم میں سب سے بڑا جرم نماز کی چوری ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ؟ قَالَ: لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا] [2]

ترجمہ: (سب سے بدترین چور نماز کا چور ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آدمی نماز کی چوری کیسے کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے رکوع وسجود پورے نہیں کرتا)

١ سورۂ توبہ: ٩٦۔
٢ مسند احمد: ٥/٣١٠۔ صحیح الجامع ٩٩٧۔



آج طمانیت کا متروک ہونا، رکوع وسجود میں کمر کا استقرار نہ کرنا، رکوع سے اٹھ کر صحیح کھڑا نہ ہونا، دو سجدوں کے درمیان استواء کا نہ ہونا، وہ امور ہیں جو معاشرے میں رچ بس چکے ہیں، اور تمام نمازی ان میں ملوث دکھائی دیتے ہیں۔ ہر مسجد میں اس قسم کے نمونے خوب دکھائی دیں گے جو نماز میں اطمینان واعتدال کا بالکل خیال نہیں کرتے، حالانکہ یہ اطمینان نماز کا رکن ہے، اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی، معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ] [1]

ترجمہ: (آدمی کی نماز اس وقت تک کفایت کر ہی نہیں سکتی جب تک رکوع وسجود میں اپنی کمر کو صحیح طور پر سیدھا نہ کر لے)

بلاشبہ ترک طمانینت ایک ایسا گناہ ہے جس کا مرتکب بڑی زجر ووعید کا نشانہ بنتا ہے

[عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَشْعَرِيِّ رضی الله عنه قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَصْحَابِهِ ثُمَّ جَلَسَ فِي طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَامَ يُصَلِّي فَجَعَلَ يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "أَتَرَوْنَ هٰذَا؟ مَنْ مَاتَ عَلَى هٰذَا مَاتَ عَلَى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ يَنْقُرُ صَلَاتَهُ كَمَا يَنْقُرُ الْغُرَابُ الدَّمَ. إِنَّمَا مَثَلُ الَّذِي يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ كَالْجَائِعِ لَا يَأْكُلُ إِلَّا التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَيْنِ فَمَاذَا تُغْنِيَانِ عَنْهُ] [2]

ترجمہ: (ابو عبداللہ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہے: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی پھر کچھ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گئے کہ ایک شخص داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، وہ رکوع کرتا اور سجدوں میں ٹھونگے مارتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اسے دیکھ رہے ہو!

١ ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود۔ صحیح الجامع ٧٢٢٤۔
٢ ابن خزیمہ ١/٣٣٢۔ صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی ١٣١۔

جو شخص اس طرح کی نماز پر مر گیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر نہیں مرا، یہ اپنی نماز میں اس طرح ٹھونگے مار رہا ہے جیسے کوّا خون پر ٹھونگے مارتا ہے، جو شخص رکوع کرے اور پھر سجدوں میں ٹھونگے مارے اس کی مثال اس بھوکے کی ہے، جو صرف ایک یا دو کھجوریں کھاتا ہے، اب بھلا دو کھجوریں اس کی بھوک کہاں مٹائیں گی)

[عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ رَأٰى حُذَيْفَةُ رَجُلاً لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ: [مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم][1]

ترجمہ: (زید بن وہب سے مروی ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو رکوع وسجود پورے نہیں کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: تم نے کوئی نماز نہیں پڑھی، اور اگر یہی نماز پڑھتے پڑھتے مر گئے تو تمہاری موت اس دین پر نہیں ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا)

واضح ہو کہ جو شخص نماز میں اطمینان واعتدال چھوڑتا رہا، اسے جیسے ہی مسئلہ کا حکم معلوم ہو تو وہ اس وقت کی فرض نماز دہرا لے اور سابقہ نمازوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لے، سابقہ نمازیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسیئ الصلوٰۃ کو اپنے ان الفاظ میں [اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ] صرف وہی نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔

## العبث وكثرة الحركة في الصلاة
(نماز میں کھیلنا اور زیادہ حرکت کرنا)

نماز میں عبث اور لغو ایک ایسی آفت ہے جس سے شاید ہی کوئی نمازی بچا ہو، یہ لوگ اللہ

[1] صحیح بخاری۔ مع الفتح ۲/۲۷۴۔



تعالیٰ کے اس فرمان کو اپنانے سے قاصر ہیں۔

[وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾][1]

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے باادب کھڑے رہا کرو)

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر بھی غور وفکر نہیں کرتے۔

[قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾][2]

ترجمہ: (تحقیق ایمان والوں نے کامیابی حاصل کر لی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ میں پیشانی رکھنے کی جگہ سے مٹی صاف کرنے کا پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[لَا تَمْسَحْ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً تَسْوِيَةَ الْحَصٰى][3]

ترجمہ: (نماز پڑھتے ہوئے مٹی صاف نہ کرو، اگر بہت ضروری ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں صاف کر لو۔)

اہل علم حضرات نے ذکر کیا ہے، بہت زیادہ پے در پے اور بلا ضرورت حرکت نماز کو باطل کر دیتی ہے۔ تو پھر جو لوگ اپنی نماز میں کھیل رہے ہوتے ہیں ان کا کیا انجام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں کوئی گھڑی دیکھ رہا ہے، کوئی کپڑے سیدھے کر رہا ہے، کوئی اپنی انگلی ناک کے اندر گھما رہا ہے، اور کوئی دائیں بائیں جھانک رہا ہے، یا آسمان کیطرف دیکھ رہا ہے، اور اس بات کا ڈر نہیں کہ اسکی آنکھیں نہ جھپٹ لی جائیں اور شیطان اسکی نماز نہ اچک لے۔ (والعیاذ باللہ)

[1] سورۂ بقرہ: ۲۳۸۔
[2] سورۂ مؤمنون: ۱، ۲۔
[3] ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب مسح الحصی فی الصلوٰۃ۔ صحیح الجامع ۷۴۵۲ (اس کی اصل مسلم شریف میں بھی ہے۔)

## سبق المأموم امامه فی الصلوٰۃ عمداً

### (مقتدی کا اپنے امام سے نماز میں عمداً سبقت لے جانا)

انسان کی سرشت میں عجلت اور جلد بازی ہے

[وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾] [1]

ترجمہ: (اور انسان ہے ہی بڑا جلد باز)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[اَلتَّأَنِّيْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ] [2]

ترجمہ: [بُردباری اللہ کی طرف سے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے]

انسان آپ اکثر دورانِ جماعت اپنے دائیں بائیں بہت سے نمازیوں کو رکوع وسجود یا دیگر تکبیراتِ انتقال میں سبقت لیجاتے دیکھتا رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات انسان خود بھی سبقت علی الامام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ بعض نمازی تو امام سے قبل سلام تک پھیر دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ، شاید اس مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ نہیں، مگر رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں شدید ترین وعید وارد ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[اَمَا يَخْشَى الَّذِيْ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ] [3]

ترجمہ: (جو شخص امام سے قبل اپنا سر اٹھالیتا ہے، وہ اس بات سے کیوں نہیں ڈرتا کہ اللہ

---

1 سورۃ بنی اسرائیل: ۱۱۔

2 بیہقی ۱۰/۱۰۴۔ الصحیحہ ۱۷۹۵۔

3 مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب تحریم سبق الامام برکوع او سجود ونحوھما۔



تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر میں تبدیل کر دے)

آپ اس نکتہ پر غور کیجئے کہ نمازی نماز کیلئے آرہا ہو تو شریعت اسے سکون ووقار سے آنے کا حکم دیتی ہے، تو جب نماز سے باہر سکون ووقار مطلوب ہے تو نماز کے اندر سکون ووقار کی کس قدر ضرورت ہوگی؟ بعض لوگوں پر نماز میں امام پر سبقت لے جانے کا معاملہ پیچھے رہ جانے کے ساتھ گڈمڈ ہوجاتا ہے، ایسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے فقہائے کرام کا بیان کردہ ضابطہ بتائے دیتے ہیں، جو اس مسئلہ کا بہت عمدہ حل ہے۔ وہ ضابطہ یہ ہے کہ مقتدی اپنی حرکت تب شروع کرے جب امام کی تکبیر ختم ہو چکے۔ یعنی مثال کے طور پر امام سجدے میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہے تو مقتدی تب سجدے میں جانا شروع کرے جب وہ امام کی اللہ اکبر کی "راء" سن لے، نہ اس سے قبل جائے نہ اس میں تاخیر کرے، اس طرح اس کا یہ معاملہ پوری طرح درست ہوجائے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نماز میں نبی ﷺ سے سبقت لے جانے سے بچنے کیلئے حد درجہ احتیاط کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[اِنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ اَرَ اَحَدًا يَحْنِيْ ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَخِرُّ مَنْ وَّرَاءَهٗ سُجَّدًا] [1]

ترجمہ: (صحابہ کرام نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے (اور پھر سجدے میں جاتے) تو کوئی صحابی اس وقت تک اپنی کمر نہ جھکاتا جب تک رسول اللہ ﷺ اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھ دیتے (جب پیشانی رکھ دیتے) تو پھر پیچھے والے سجدہ کے لئے گرتے) (اس سے مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے)

---

1 مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب متابعۃ الامام والعمل بعدہ۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہوگئے اور آپکی حرکت میں قدرے سستی آگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو ان الفاظ میں آگاہ فرمایا:

[ یَاأَیُّھَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ فَلَا تَسْبِقُوْنِي بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ][1]

ترجمہ: (اے لوگو! اب میں کچھ بھاری بدن ہو چکا ہوں لہٰذا (تم پوری احتیاط کرو) رکوع وسجود میں جاتے ہوئے مجھ سے سبقت نہ لے جاؤ)۔

امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دورانِ امامت تکبیرات کہتے ہوئے سنتِ رسول کی اتباع کرے، چنانچہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَی الصَّلَاۃِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَھْوِیْ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ. ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِي الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا حَتّٰی یَقْضِیَھَا، وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ][2]

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جب پوری طرح کھڑے ہوچکتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع میں چلے جاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے کیلئے جھک جاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب اپنا سر مبارک اٹھالیتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسرے سجدہ میں چلے جاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سر اٹھالیتے تو تکبیر کہتے، پھر اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز پوری کرلیتے، اور جب دو رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو جب کھڑے ہوجاتے تو تکبیر کہتے)

بہر حال امام جب اپنی تکبیرات کو رکوع وسجود وغیرہ کی حرکات کے ساتھ ملا ہوا رکھے گا

---

[1] بیھقی ۲/۹۳۔ شیخ البانیؒ نے (ارواء الغلیل ۲/۹۲۰) میں اسے حسن کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۵۶۔



اور مقتدی گزشتہ سطور میں بیان کردہ کیفیت کا التزام کرے گا تو پھر پوری جماعت کی نماز کا معاملہ درست ہوجائے گا۔

## إتیان المسجد لمن أکل بصلاً أو ثوماً أو ما لہ رائحۃ کریھۃ

(کچی پیاز یا لہسن یا دوسری بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں آنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ][1]

ترجمہ: (اے اولادِ آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت زینت اختیار کرلیا کرو)

[عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ أَکَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ: فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْیَقْعُدْ فِيْ بَیْتِہٖ ][2]

ترجمہ: (جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے دور رہے یا آپ نے فرمایا: وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر بیٹھا رہے)

اور صحیح مسلم میں ایک روایت ان الفاظ سے ہے

[مَنْ أَکَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْکُرَّاثَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَتَأَذّٰی مِمَّا یَتَأَذّٰی مِنْہُ بَنُوْ آدَمَ][3]

ترجمہ: جو شخص پیاز، لہسن یا کراث (ایک بدبودار ترکاری) کھالے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔

---

[1] سورۂ اعراف: ۳۱۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب احکام التی تعرف بالدلائل۔

[3] صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب نھی من أکل ثوما او بصلا او کراثا ونحوھا۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم دو سبزیاں کھاتے ہو میں انہیں خبیث ہی قرار دیتا ہو: ایک پیاز اور دوسری لہسن، میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے جس کسی شخص سے ان کی بدبو محسوس کرتے تو اسے بقیع (قبرستان) چھوڑ آنے کا حکم دیا کرتے، جو انہیں ضرور کھانا چاہے اسے چاہئے کہ پکا کر ان کی بو ختم کرلے۔'' (مسلم)

واضح ہو کہ اس زمرہ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اپنے کام سے فارغ ہوکر براہ راست مسجد پہنچ جاتے ہیں اور ان کی بغلوں اور موزوں وغیرہ سے بدبو کے بھبکے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اس سے بھی گندہ ان لوگوں کا معاملہ ہے جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں، یہ حرام کام یعنی سگریٹ نوشی کرتے ہی مسجد میں آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور نمازیوں کی ایذاء کا موجب بنتے ہیں۔

## الزنا
### (زناکاری)

یہ بات معلوم ہے کہ عزت کی حفاظت اور نسل کی حفاظت شریعت کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے، تب ہی تو شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲] [1]

ترجمہ: خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

زنا تو بہت بڑی بات ہے شریعت نے وہ تمام ذرائع اور طرق بھی بند کردیئے ہیں، جو زنا تک پہنچنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ مثلاً: پردے کا حکم، نگاہوں کو نیچا رکھنے کا حکم اور اجنبی عورتوں سے خلوت کی حرمت وغیرہ۔ زانی اگر شادی شدہ ہو تو اس کی شرعی سزا بھیانک، ہیبتناک اور سخت ہے،

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲۔



اور وہ یہ ہے کہ اس کے جسم پر اس وقت تک پتھر برسائے جائیں جب تک اس کی موت نہ واقع ہوجائے، تاکہ وہ اپنی اس حرکت کا پورا پورا وبال چکھ لے اور اس سزا سے اس کا پورا جسم تکلیف اٹھائے جیسا کہ زنا سے اس کے پورے جسم نے لذت پائی تھی۔ اور زانی اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں اور حدود شرعیہ میں کوڑوں کی سزا میں یہ سب سے بڑی سزا ہے۔ اور اس پر مستزاد وہ ذلت اور فضیحت ہے جس کا اسے بوقتِ سزا بہت سے مؤمنین کی موجودگی کی وجہ سے سامنا کرنا پڑتا ہے، اور مزید رسوائی سال بھر کی جلاوطنی کی صورت میں مقدر بنتی ہے، جس سے شریعت کا مقصود یہ ہے کہ اسے اس جرم والی جگہ سے دور رکھا جائے۔

زانی مردوں اور عورتوں کا برزخ میں عذاب یہ ہے کہ انہیں ایک جلتے تنور میں ڈال دیا جائے گا، اس تنور کا منہ تنگ ہوگا، اور نیچے کا حصہ بڑا وسیع ہوگا جیسے ہی آگ بھڑکے گی اور اس کی تمازت انہیں پہنچے گی تو وہ چیختے چلاتے اوپر کو آئینگے (لیکن منہ تنگ ہونے کی بناء پر نکل نہیں سکیں گے) پھر انہیں نیچے جانا پڑے گا اور یہ عذاب قیامت تک جاری رہے گا۔

زنا کے تعلق سے اس شخص کا معاملہ انتہائی قباحت اور شناعت کا باعث بن جاتا ہے جو عمر رسیدہ ہونے اور قبر کے قریب پہنچ جانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ڈھیل پا لینے کے باوجود زنا جاری رکھے ہوئے ہے۔

[عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه مَرْفُوعاً : ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ] [1]

ترجمہ: (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:)

[1] صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیۃ۔

تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا: بوڑھا زانی، جھوٹ بولنے والا بادشاہ، تکبر کرنے والا فقیر)

سب سے بدترین کمائی زانیہ عورت کی کمائی ہے جو وہ زنا کے مقابل وصول کرتی ہے، نصف اللیل کے بعد جب کہ آسمان کے دروازے دعا کرنے والوں کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اس وقت بھی فاحشہ اور بدکردار عورت قبولیتِ دعا سے محروم رہتی ہے۔[1]

واضح ہو کہ کسی عورت کا حاجت مند ہونا یا فقیر ہونا شرعاً اس بات کا عذر نہیں بن سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کرتی پھرے۔ ایک قدیم مثال ہے شریف عورت فاقے برداشت کر لیتی ہے، لیکن اپنے سینے کی کمائی نہیں کھاتی، تو شرم گاہ کی کمائی کیسے کھا سکتی ہے۔ (سینے کی کمائی کا معنی کسی بچے کو اجرت پر دودھ پلانا) افسوس آج کے اس دور میں ہر دروازہ فحاشی کی طرف ہی کھلتا ہے، شیطان نے اپنے اور اپنے چیلوں کی پرفریب چالوں کے ذریعے اِس راستے کو مزید سہل کر دیا ہے اور نافرمان اور فاسق اور فاجر قسم کے لوگ اس کی پیروی کرتے ہوئے اس راہ پر گامزن ہیں۔ چنانچہ بے حیائی اور بے پردگی عام ہے۔ مرد وزن کا اختلاط ایک وبا بن کے پھیلا ہوا ہے، جنسی بیہودگی پر مشتمل مجلات، رسائل اور فحش فلمیں خوب خوب رواج پا چکی ہیں، کھاتے پیتے لوگوں کا بے حیائی کے ممالک کی طرف سفر اختیار کرنا بڑھتا جا رہا ہے، زنا کی باقاعدہ تجارتی منڈیا قائم ہیں، عزتیں خوب پامال ہو رہی ہیں، اولادِ زنا کی تعداد روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے، اسکے ساتھ ساتھ نومولود بچوں کے قتل کے واقعات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

[1] صحیح الجامع ۲۹۷۱۔



اے اللہ ہم تجھ سے تیرے رحم وکرم، پردہ پوشی اور بچاؤ کا سوال کرتے ہیں، فواحش ومنکرات سے بچائے رکھنا۔ اور اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو پاکیزہ اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھنا اور ہمارے اور حرام کاموں کے درمیان ایک پردہ اور ایک مضبوط آڑ اور دیوار کو حائل فرما دے۔

## اللواط

### (لواطت، اغلام بازی)

لوط علیہ السلام کی قوم کا جرم مردوں سے بدکاری کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ڏ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ][1]

ترجمہ: (اور لوط علیہ السلام کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا، کیا تم مردوں کے پاس (بدفعلی کے لئے) آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کا کام کرتے ہو)

اس جرم کی قباحت وشناعت اور خطورت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اکھٹی چار سزائیں دیں، جبکہ کسی اور قوم کو اسطرح اکھٹی سزائیں نہیں دی گئیں۔

(۱) پہلی سزا یہ کہ انکی آنکھوں کو بے نور کر دیا۔ (۲) دوسری سزا یہ کہ انکی پوری بستی اُلٹا کر بلندی سے نیچے پھینک دی۔ (۳) تیسری یہ کہ ان پر بڑی ترتیب سے کنکروں کی بارش کر دی جو ٹھیک ٹھیک نشانوں پر لگتے تھے۔ (۴) اور چوتھی یہ کہ ان پر ایک خوفناک چیخ مسلط کر دی گئی۔

[1] سورۂ عنکبوت: ۲۸،۲۹۔

شریعت اسلامیہ نے لواطت کا فعلِ شنیع کرنے والے کی سزا تلوار سے قتل کرنا رکھی ہے۔ یہی راجح قول ہے۔اور اگر یہ فعل مفعول بہ کی رضا سے ہوا ہے تو اسے بھی قتل کردیا جائے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مرفوعاً مروی ہے:

[مَنْ وَّجَدْ تُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ][1]

ترجمہ:(جس شخص کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کردو)

آج ہمارے دور میں مختلف وبائی امراض بڑی شدت سے پھیل رہے ہیں یہ امراض ہمارے اسلاف کے دور میں نہیں تھے (مثال کے طور پر ایڈز کا مرض) اس کا سبب یہی فواحش ومنکرات ہیں۔ہماری شریعت نے جو فاعل اور مفعول کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس سے شارع کی حکمت واضح ہوتی ہے، کہ ان کے قتل سے اس مرض کی جڑیں ختم ہوجائیں اور بصورتِ وبا نہ پھیل سکے۔

## امتناع المرأة من فراش زوجها بغير عذر شرعی

### (عورت کا بلاعذر اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کرنا)

[عَنْ اَبِيْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْ عَلَيْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ][2]

ترجمہ:(ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور وہ (شوہر) رات بھر ناراض رہے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں)

1 مسند احمد ۱/۳۰۰۔صحیح الجامع ۶۵۶۵۔

2 صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب اذا باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا۔



بہت سی عورتیں جن کا شوہروں سے کسی نکتہ پر اختلاف ہوجائے تو وہ بزعمِ خود ان کے بستر پر جانے کے ان کے حق کو روک کر انہیں سزا دینے کی کوشش کرتی ہیں، انہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ ان کے اس اقدام پر کتنے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوسکتے ہیں۔چنانچہ شوہر حرام کام کا ارتکاب کرسکتا ہے، اور بعض اوقات معاملہ اس کے خلاف یوں جاسکتا ہے کہ شوہر سنجیدگی سے دوسری شادی کے متعلق سوچنا شروع کردیتا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جب بھی بستر پر طلب کرے وہ اس کی طلب پوری کرنے میں جلدی کرے، اس طرح نبی ﷺ کے اس فرمان پر بھی عمل ہوجائیگا

[اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلْتُجِبْ وَاِنْ كَانَتْ عَلٰی ظَهْرِ قَتَبٍ][1]

ترجمہ:(جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو وہ فوراً قبول کرے خواہ (وہ بیوی) اونٹ پر سوار کیوں نہ ہو)

شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں اپنی بیوی کی بیماری یا اسکے حاملہ ہونے یا کسی تکلیف میں مبتلا ہونے کا خیال رکھے تاکہ دونوں کی باہمی الفت برقرار رہے اور کسی قسم کی رنجش اور اختلاف پیدا نہ ہونے پائے۔

## طلب المرأة الطلاق من زوجها لغير سبب شرعی

### (عورت کا اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق طلب کرنا)

بعض عورتیں معمولی سا اختلاف پیدا ہونے پر اپنے شوہروں سے طلاق کا مطالبہ کربیٹھتی ہیں بعض عورتیں اپنے شوہروں سے رقم مانگ لیتی ہیں، بعض اوقات عورت کو اس کے بعض رشتہ دار یا

1 صحیح الجامع ۵۴۷۔زوائد البزار ۲/۱۸۱۔

بری سہیلیاں اور پڑوسنیں طلاق لینے پر مجبور کرتی ہیں اور بعض دفعہ تو عورت اپنے شوہر کو انتہائی غیرت ابھارنے والے جملوں کے ذریعہ چیلنج کردیتی ہے مثلاً: اگر تو مرد ہے تو مجھے طلاق دیکر دکھا۔

یہ بات معلوم ہے کہ طلاق پر بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے ہیں چنانچہ خاندان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور بچے دھتکار دیئے جاتے ہیں، عورت خود ندامت اور پشیمانی کا شکار ہوجاتی ہے، جس کا اب کوئی فائدہ نہیں۔ انہی وجوہات کے پیشِ نظر شریعت نے بلا عذرِ شرعی طلاق کے مطالبے کے حرام ہونے کا حکیمانہ فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

[ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ ][1]

ترجمہ: (ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): جو عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے)

[عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً: إِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ وَالْمُنْتَزِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ ][2]

ترجمہ: (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بلاوجہ) خلع اور طلاق کا مطالبہ کرنے والی اور جھگڑالو عورتیں منافق ہیں)

البتہ اگر کوئی شرعی سبب پیدا ہوجائے مثلاً: شوہر بے نماز ہو یا مخدرات (نشہ آور اشیاء) کے استعمال کا عادی ہو، یا بیوی کو کسی حرام کام پہ مجبور کرتا ہو، یا اس پر مارکٹائی کا ظلم کرتا ہو، یا اس کے شرعی حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہو...... اور اس سلسلہ میں کوئی نصیحت کارگر نہ ہو، نہ ہی اصلاح کی

1 مسند احمد ۵/۲۷۷۔ صحیح الجامع ۲۷۰۳۔
2 طبرانی کبیر ۱۷/۳۳۹۔ صحیح الجامع ۱۹۳۴۔



کوششیں کامیاب ہوتی دکھائی دیں...... تو دریں صورت کوئی حرج نہ ہوگا کہ عورت اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، تاکہ اس کی ذات اور دین محفوظ رہیں

## الظہار

دورِ جاہلیت کی عاداتِ بد میں سے ایک انتہائی قبیح عادت جو اس امت میں بھی منتشر ہے مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے: تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو۔ یا تم مجھ پر میری بہن کی طرح حرام ہو۔ شریعت نے ان الفاظ کو انتہائی قبیح اور شنیع گردانا ہے، اور اسے عورت پر ظلم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ ][1]

ترجمہ: (تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتی، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے، یقینا یہ لوگ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے)

شریعت نے اس کا کفارہ بھی قتل خطاء کے کفارہ یا روزے کی حالت میں جماع کرنے کے کفارے کی طرح شدید اور پرمشقت رکھا ہے...... اب ظہار کرنے والے مرد پر لازم ہوگا کہ جب تک یہ کفارہ ادا نہ کرلے اپنی بیوی کے قریب نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

1 سورۂ مجادلہ: ۲۔

[وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝][1]

ترجمہ: (جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرلیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کے ذریعے تم نصیحت کیئے جاتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے، ہاں جو شخص نہ پائے (غلام آزاد نہ کرسکے) اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، (ایک دوسرے کے قریب ہوں) اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے، یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لئے دردناک عذاب ہے)

## وطء الزوجة فی حیضها

### (دوران حیض بیوی سے جماع کرنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ][2]

[1] سورۂ مجادلہ: ۳، ۴۔
[2] سورۂ بقرہ: ۲۲۲۔



ترجمہ: (آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب نہ جاؤ)

معلوم ہوا کہ شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع کرے جب تک وہ حیض سے پاک ہوکر غسل نہ کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ][1]

ترجمہ: (ہاں) جب وہ پاک ہوجائیں تو انکے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے اجازت دی ہے۔

اس نافرمانی کی قباحت اور شناعت کا ثبوت نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[مَنْ اَتٰى حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ][2]

ترجمہ: (جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے یا بیوی کی دبر میں جماع کرے یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کردیا)

جو شخص بلاقصد، غلطی اور لاعلمی سے یہ گناہ کر بیٹھے، اس پر کوئی بوجھ اور جرمانہ نہیں ہے اور جو شخص جان بوجھ کر اس فعل کا ارتکاب کرلے اس پر کفارہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کفارہ والی جو حدیث آئی ہے، جو علماء اس کی صحت کے قائل ہیں ان کے نزدیک وہ کفارہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا ہے۔ بعض علماء تو مطلقا اسے اختیار دینے کے قائل ہیں کہ چاہے ایک دینار صدقہ دے یا آدھا دینار۔ جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر حیض کے ابتدائی ایام میں جبکہ خون زیادہ بہتا ہے جماع کرلیا تو اس کا کفارہ ایک دینار ہے اور اگر آخری ایام میں جبکہ خون کافی ہلکا ہوجاتا ہے غسلِ حیض سے قبل جماع کرلیا تو آدھا دینار کفارہ ہوگا۔

[1] سورۂ بقرہ: ۲۲۲۔
[2] ترمذی ۱/ ۲۴۳۔ صحیح الجامع ۵۹۱۸۔

آج کل معروف ومتداول ناپ تول کے نظام کے مطابق ایک دینار ۲۵۔۴ گرام سونے کے مساوی ہے، چنانچہ اتنی مقدار کا سونا یا اسکی مالیت کی رقم صدقہ کردی جائے۔

## اتیان المرأة فی دبرھا

### (عورت کی دبر میں جماع کرنا)

بعض لوگوں کا جو کہ جادۂ مستقیمہ سے سرکے ہوئے اور کمزور ایمان کے حامل ہیں یہ گھٹیا اور بدنما کردار ہے کہ وہ اپنی بیوی کی دبر (پاخانہ کی جگہ) میں جماع سے بھی تورع اور گریز نہیں کرتے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔

[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوعاً: مَلْعُوْنٌ مَنْ أَتَى اِمْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا] [1]

ترجمہ: (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے وہ ملعون ہے)۔

بلکہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

[جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے، یا بیوی کی دبر میں جماع کرے یا کسی کاہن کے پاس آئے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شریعت کے ساتھ کفر کیا]

اکثر سلیم الفطرت بیویاں اس فعلِ شنیع کا انکار کرتی ہیں، مگر ان کے شوہر انہیں طلاق کی دھمکی دیکر اس بُرے فعل پر مجبور کردیتے ہیں۔ بعض بیویاں شرم کی وجہ سے اس بارے میں اہلِ علم سے نہیں پوچھ پاتیں تو ان کے شوہر انہیں دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کام حلال ہے اور وہ بطورِ دلیل قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

[1] مسند احمد ۲/۴۷۹۔ صحیح الجامع ۵۸۶۵۔



[نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ] [1]

ترجمہ: (تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ)

حالانکہ یہ آیت کریمہ اس گندے فعل کی دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث قرآن پاک کا بیان ہے اور حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے پاس جس طرح چاہے آجائے خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے، بس شرط یہ ہے کہ جماع موضع ولادت میں ہو اور ظاہر ہے کہ دبر موضعِ ولادت نہیں بلکہ پاخانہ کی جگہ ہے۔

اس ''جریمہ'' کے بہت سے اسباب ہوسکتے ہیں، اور نمایاں سبب یہ ہے کہ فحش اور گندی فلموں کے انتہائی حیا سوز اور نجس مناظر کے نقوش ذہن میں پیوست ہوتے ہیں، اب بجائے اس کے کہ شادی ہونے پر سابقہ بے راہ روی سے توبہ کرکے ایک صاف ستھری حیاتِ زوجیت کا آغاز کرے بلکہ وہ انہی ناپاک خیالات کے ساتھ جاتا ہے اور اپنی بیوی سے وہی کچھ چاہنے لگتا ہے جن کا ان خبیث افلام (فلموں) میں مشاہدہ کرچکا ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ اگر میاں اور بیوی دونوں اس فعلِ بد پر متفق اور رضامند ہوجائیں تو پھر بھی یہ فعل حرام ہی رہے گا، کیونکہ فعلِ حرام پر راضی ہونا اسے ہرگز حلال نہیں بنادیتا۔

## عدم العدل بین الزوجات

### (بیویوں کے درمیان عدل برقرار نہ رکھنا)

اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف قائم رکھا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[1] سورۂ بقرہ: ۲۲۳۔

[وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝] [1]

ترجمہ: (تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو! تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کرلو، اس لئے بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھڑ لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور تقوی اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے)

تو عدل مطلوب یہ ہے کہ ہر بیوی کے ساتھ رات بسر کرنے، کھانے پینے، پہننے اور دیگر نفقات میں عدل روا رکھے۔ قلبی محبت میں عدل مطلوب نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ معاملہ ہے جو کسی بندے کے اختیار اور کنٹرول میں نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ ایک سے زائد شادیاں کرکے ایک ہی بیوی کے ہو کر رہیں، اسی کے ناز و نخرے اٹھائیں، اسی کے پاس زیادہ شب باشی کریں اور باقی بیویوں کو عضوِ معطل کی طرح چھوڑ دیں، ان پر یہ واضح ہونا چاہئے کہ یہ کردار قطعی حرام کے زمرے میں آتا ہے، ایسے شخص کی روزِ قیامت میدانِ حشر میں آنے کی کیفیت بڑی ہولناک ہوگی۔

[عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ اِمْرَأَتَانِ فَمَالَ اِلٰى اِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَائِلٌ] [2]

ترجمہ: (ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ اختیار کرے، تو وہ قیامت کے دن اسطرح آئے گا کہ اسکا ایک پہلو جھکا ہوا (ٹیڑھا) ہوگا۔

[1] سورۂ نساء: ۱۲۹۔
[2] ابوداؤد۔ کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء ۲/۲۰۱۔ صحیح الجامع ۶۴۹۱۔



## الخلوة بالأجنبية

### (اجنبی "غیر محرم" عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار کرنا)

شیطان لوگوں کو مبتلائے فتنہ کرنے اور حرام کاموں میں ملوث کرنے کا اسقدر حریص ہے کہ کوئی موقع گنوانے سے باز نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان کی پیروی سے بایں الفاظ ڈرایا ہے:

[يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ] [1]

ترجمہ: (اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم نہ چلو جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا)

شیطان ابن آدم کے اندر اس کے خون کے ساتھ ساتھ گردش کر رہا ہے، شیطان کے لوگوں کو مبتلائے فحش و حرام کرنے کے جو طرق ہیں ان میں سے ایک طریق اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اور تنہائی اختیار کرنا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے اس راستہ کا پوری طرح سد باب کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ] [2]

ترجمہ: (انسان جب کسی اجنبی عورت (غیر محرم) کے ساتھ خلوت و علیحدگی اختیار کرتا ہے، تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے)

[1] سورۂ نور: ۲۱۔
[2] ترمذی۔ ۳/۴۷۴۔

[عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ۔عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَا لَ لاَیَدْ خُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ یَوْمِیْ ھٰذَا عَلٰی مُغِیْبَةٍ اِلاَّ وَمَعَہٗ رَجُلٌ اَوِاثْنَانِ ] [1]

ترجمہ: (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا آج کے بعد کوئی شخص اکیلی عورت (جس کا شوہر موجود نہ ہو) کے پاس نہ جائے الا یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں)

لہٰذا یہ قطعا جائز نہیں کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ مثلا بھائی کی بیوی کے ساتھ یا خادمہ کے ساتھ یا ڈاکٹر کا مریض عورت کے ساتھ گھر یا کمرے یا گاڑی وغیرہ میں تنہائی اختیار کرے۔ بہت سے لوگ اس معاملے میں تساہل برتتے ہیں، یا تو انہیں اپنے آپ پر اعتماد ہوتا ہے یا دوسروں پر، لیکن بالآخر زنا کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے یا کم از کم مقدمات زنا ہی سہی، نتیجہ یہ کہ انساب کے خلط ملط ہو جانے اور اولادِ زنا بڑھ جانے کی ہولناک اور تباہ کن صورتحال سے دوچار ہونا پڑ جاتا ہے۔

## مصافحة المرأة الاجنبية

### (نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا)

اس معاملہ میں بہت سے خودساختہ معاشرتی رسم ورواج اور لوگوں کی باطل عادات وتقالید اللہ رب العزت کی شریعت اور اس کے حکم سے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنائے ہوئے ہے۔ اگر آپ انہیں شرعی حکم سے آگاہ کردیں بلکہ دلائل وبراھین کے ذریعہ حجت بھی ان پر قائم کردیں پھر بھی وہ (بجائے تسلیم کرنے کے) آپ کے سر رجعت پسندی، تنگ نظری، قطع رحمی اور دوسروں

[1] صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها۔



کی نیک نیتی پر تشکیک جیسے الزامات تھوپ ڈالیں گے۔

ہمارے معاشرے میں چچا، پھوپھی، خالو، اور خالہ کی بیٹیوں اور بھائی، چچا، اور ماموں کی بیویوں سے مصافحہ تو پانی کا ایک گلاس پینے سے بھی زیادہ آسان متصور ہوتا ہے۔ حالانکہ شرعی اعتبار سے اس معاملہ کی خطورت وحساسیت کو بنگاہِ بصیرت دیکھنے والا ایسی حرکت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ لَاَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمِخْیَطٍ مِنْ حَدِ یْدٍ خَیْرٌلَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمَسَّ اِمْرَأَۃً لاَ تَحِلُّ لَہٗ ] [1]

ترجمہ: (تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی میخ ٹھونک دی جائے تو یہ چیز اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے "نامحرم عورت کو چھوئے")

نامحرم عورت سے مصافحہ کا یہ سلسلہ بلاشبہ ہاتھوں کا زنا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

[ اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ وَالْفَرْجُ یَزْنِیْ ] [2]

ترجمہ: (آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ٹانگیں بھی زنا کرتی ہیں اور شرمگاہ بھی زنا کرتی ہے)

کیا محمد ﷺ سے زیادہ کوئی پاکیزہ دل والا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[ اِنِّیْ لاَ اُصَافِحُ النِّسَآءَ ] [3]

[1] طبرانی ۲۰/ ۲۱۲ صحیح الجامع ۴۹۲۱۔
[2] مسند احمد۔ صحیح الجامع ۴۱۲۶۔
[3] مسند احمد ۲/ ۳۵۷۔ صحیح الجامع ۲۵۰۹۔

ترجمہ: (بے شک میں عوتوں سے مصافحہ نہیں کرتا)

مزید فرمایا:

[ اِنِّیْ لَا اَمَسُّ اَیْدِی النِّسَآءِ ] [1]

ترجمہ: (میں ''بیعت لیتے ہوئے'' عورتوں کے ہاتھوں کو نہیں چھوتا)

[عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّهٗ یُبَایِعُهُنَّ بِالْکَلَامِ] [2]

ترجمہ: (عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (بیعت لیتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک بھی کسی عورت سے نہیں چھوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس کلام کے ساتھ بیعت لیا کرتے تھے)

ان مردوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اپنی نیک بیویوں کو محض ان کے بھائیوں سے مصافحہ نہ کرنے پر طلاق کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں، واضح ہو کہ مصافحہ کے وقت اگر کوئی کپڑا یا دیگر چیز حائل ہو تو اس سے یہ مصافحہ جائز نہیں ہو جائیگا، اجنبی عورت سے مصافحہ دونوں صورتوں میں حرام اور ناجائز ہے۔

## تطیب المرأة عند خروجها و مرورها بعطرها علی الرجال

(عورت کا گھر سے نکلتے ہوئے خوشبو لگانا اور (خوشبو کی حالت میں) مردوں کے پاس سے گزرنا)

ہمارے معاشرے میں یہ گناہ پھیلتا ہی جا رہا ہے، اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد شدید ترین وعیدوں کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[1] طبرانی کبیر ۲۴/۳۴۲۔ صحیح الجامع ۷۰۵۴۔
[2] صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب کیف بیعة النساء۔



[ اَیُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَی الْقَوْمِ لِیَجِدُوْا رِیْحَهَا فَهِیَ زَانِیَةٌ ] [1]

ترجمہ: (یعنی جو عورت عطر استعمال کرے پھر لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو کو پالیں! تو وہ زانیہ ہے)۔

بعض عورتیں اس سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی غفلت و تساہل (سستی) اور معاملے کو معمولی قرار دینے کی مرتکب ہیں، اس کے بہت سے مظاہر ہیں مثلاً: خوشبو سے معطر ہو کر گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا، سودے کی خریداری کرتے ہوئے دکان پر دکاندار کے ساتھ، یا بچے کے انتظار میں اسکول کے دروازے پر چوکیدار کے پاس کھڑے ہونا وغیرہ۔

اس معاملے کی شدت و شناعت کا یوں اندازہ کیجئے کہ جو عورت خوشبو لگا چکی ہو اور باہر جانے کا ارادہ کر لے، شریعت اسے غسلِ جنابت کی طرح کا غسل کرنے کا حکم دیتی ہے، خواہ اس کا رخ مسجد کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[ اَیُّمَا امْرَأَةٍ تَطَیَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ اِلَی الْمَسْجِدِ لِیُوْجَدَ رِیْحُهَا لَمْ یُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتّٰی تَغْتَسِلَ اغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ ] [2]

ترجمہ: (جو عورت خوشبو لگائے پھر مسجد کی طرف جائے تا کہ اس کی خوشبو لوگوں پر مہکے، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی تا آنکہ وہ غسلِ جنابت والا غسل نہ کر لے)

آج کل عورتوں کے یوں انواع و اقسام کے عطور و بخور، جو بڑی دل بھانے والی خوشبو پر مشتمل ہوتے ہیں، لگا کر گھر سے نکلنا اور بازاروں، جہازوں، بسوں اور دیگر مقاماتِ اختلاط میں حتی کہ مساجد میں اور وہ بھی رمضان کی راتوں میں بے دریغ آنا (ایک ایسا حیا سوز اور موذی

[1] مسند احمد ۴/۴۱۸۔ صحیح الجامع ۱۰۵۔
[2] مسند احمد ۲/۴۴۴۔ صحیح الجامع ۲۷۰۳۔

مرض بن چکا ہے ) کہ اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے شکوہ کیا جا سکتا ہے۔شریعت نے تو واضح بتا دیا ہے کہ عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو مگر خوشبو پوشیدہ ہو۔

اے اللہ ! ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم سے ناراض نہ ہونا، اور نادان مردوں اور عورتوں کی اس قسم کی حرکات سے نیک مردوں اور عورتوں کو نہ پکڑ لینا، اور سب کو اپنے صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرما دے۔

## سفرا لمرأة بغير محرم

### (عورتوں کا بلا محرم سفر کرنا)

صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

[لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ] [1]

ترجمہ: (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے)

یہ حدیث ہر قسم کے سفر کو حتیٰ کہ سفرِ حج کو بھی شامل ہے، عورت کا بلا محرم سفر کرنا، فاسق و فاجر قسم کے مردوں کی برانگیختگی کا سبب بنے گا جو اسے بہکانے کے درپے ہوں گے، اور نتیجۃً یہ عورت یہ صنفِ نازک بہت بڑی بربادی کا شکار ہو سکتی ہے، یا پھر کم از کم اپنی عزت اور شرف کے حوالے سے بڑی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہو سکتی ہے۔یہی معاملہ عورت کے تنہا جہاز پر سفر کرنے کا ہے، خواہ اس ائر پورٹ پر کوئی محرم رخصت کرے، اور دوسرے ائر پورٹ پر کوئی محرم استقبال کرے، لیکن معاملہ کی سنگینی کا یوں سوچئے کہ جہاز میں برابر والی نشست پر کون بیٹھے گا! اور

1 صحیح بخاری: کتاب جزاء الصید: باب حج النساء۔ صحیح مسلم: کتاب الحج: باب سفر المرأة مع محرم الی حج۔



کسی فنی خرابی کی وجہ سے جہاز اگر کسی دوسرے ائر پورٹ پر اتر گیا یا کسی وجہ سے تاخیر کا شکار ہو گیا، یا کسی دوسرے ائر پورٹ پر محرم کو جہاز کے وقت کے تعلق سے غلط فہمی ہو جائے تو اس اکیلی عورت کا کیا بنے گا؟ اور اس حوالہ سے بہت سے واقعات منظر عام پر آ چکے ہیں۔

واضح ہو کہ محرم میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔اس کا مسلمان ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، اور مرد ہونا۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[ أَبُوهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ ] [1]

ترجمہ: (اس کا باپ ہو یا بیٹا ہو یا خاوند ہو یا بھائی ہو یا اس طرح کا دوسرا محرم ہو)

## تعمد النظر الی المرأة الأجنبية

### (اجنبی عورت کو قصداً دیکھنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝] [2]

ترجمہ: (مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں یہی ان کیلئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ] [3]

1 صحیح مسلم۔ ۲/۹۷۷۔
2 سورۂ نور: ۳۰۔
3 صحیح بخاری مع الفتح ۱۱/۲۶۔

ترجمہ: (یعنی اجنبی عورتوں کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے)

البتہ وہ دیکھنا جو شرعی تقاضے اور ضرورت کے تحت ہو مثلاً آدمی کا اس عورت کو جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے دیکھنا یا ڈاکٹر کا مریض خاتون کو دیکھنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

واضح ہو کہ جس طرح مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح بنظرِ فتنہ عورت کے لئے بھی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔

[وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ][1]

ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔

اسی طرح شہوت کی نظر سے کسی امرد (بے ریش) لڑکے کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح مرد کا مرد کی اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی ناجائز ہے اور جس شرمگاہ کا دیکھنا جائز نہیں اسے چھونا بھی جائز نہیں ہے، خواہ بیچ میں کوئی پردہ ہی حائل کیوں نہ ہو۔

آج نوجوان رسالوں کے اندر فحش تصاویر اور اخلاق باختہ فلمیں دیکھتے ہیں تو یہ شیطان کا انتہائی خطرناک وار ہے، اس معاملے میں شیطان کا حربہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ چونکہ غیر حقیقی ہے، لہذا انہیں دیکھنا جائز ہے، حالانکہ سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ شہوات کو بھڑکانے اور فواحش ومنکرات کا فساد برپا کرنے میں ان رسائل کا کیسا گھناؤنا کردار ہے۔

[1] سورۂ نور: ۳۱۔



## الدیاثة

[عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعاً: ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِیْ يُقِرُّ فِيْ أَهْلِهِ الْخُبْثَ][1]

ترجمہ: (تین قسم کے افراد پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے: ایک شراب کا عادی، دوسرا والدین کا نافرمان اور تیسرا دیوث جو اپنے گھر میں برائی کو برقرار رہنے دے)

آج کل ہمارے زمانے میں دیاثہ کی بہت سی صورتیں موجود ہیں۔ مثلاً آدمی اپنی بیوی یا بیٹی کے بارے میں جانتا ہے کہ ان کا اجنبی مردوں سے رابطہ قائم رہتا ہے اور آپس میں خوب گفتگو ہوتی ہے مگر وہ اسے روکنے کے بجائے چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور اسے مغازلات کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی اپنے گھر کی کسی عورت کی کسی اجنبی مرد کے ساتھ علیحدگی وتنہائی پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، اسی طرح اپنے گھر کی کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت دے دیتا ہے خواہ ذاتی ڈرائیور ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح اپنے گھر کی عورتوں کے شرعی حجاب کے بغیر گھر سے نکلنے پر راضی ہے۔ چنانچہ ہر آنے جانے والا انہیں دیکھ کر تفریح حاصل کرتا ہے، اسی طرح فحش فلموں اور رسالوں کا جو فحاشی وعریانی کا سب سے بڑا طوفان بدتمیزی ہیں، گھر میں بلا روک ٹوک آنا بھی مرد کی دیوثیت کی نشانی ہے۔

[1] مسند احمد ۲/ ۶۹ صحیح الجامع ۳۰۴۷۔

## التزویر فی انتساب الولدلغیر أبیه وجحد الرجل ولده

شریعت کی رو سے ایک شخص کا اپنے اصل باپ کی بجائے کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح کسی قوم یا برادری جس سے اسکا تعلق نہیں ہے، الحاق کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض لوگ صرف مادّی منفعتوں کی بناء پر ایسا کر گزرتے ہیں، بلکہ رسمی کاغذات میں بھی جھوٹے انساب کا اندراج کرا لیتے ہیں، کچھ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بچپن میں چھوڑ دیا ہوتا ہے، لہٰذا وہ ناراضگی اور نفرت جتانے کیلئے اپنی ولدیت بدل ڈالتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ سب حرام ہے اور اسکے زندگی کے مختلف شعبوں مثلاً: محرمیت، شادی بیاہ اور میراث وغیرہ کے تعلق سے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں سعد اور ابوبکر رضی اللہ عنھما سے مرفوعا حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ ][1]

ترجمہ: (جو اپنے حقیقی باپ کی بجائے دوسرے کی طرف منسوب ہو اور اسے اس بات کا علم بھی ہو تو اس پر جنت حرام ہے)

ہر وہ چیز جو نسب ناموں میں عبث یا جھوٹ پر مشتمل ہو شریعت اسے حرام قرار دیتی ہے۔ بعض لوگ اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑا کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس پر زنا کی تہمت لگا کر بلا ثبوت اپنے بچے کو ولد الزنا قرار دے کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بچہ انہی کے فراش (بستر) پر متولد ہوا ہے اور بعض بیویوں کا یہ گھناؤنا کردار اور خیانت ہے کہ وہ از طریق زنا حاملہ ہو کر اس بچے کو اپنے شوہر کے نسب میں داخل کر لیتی ہیں، حالانکہ شوہر کا اس سے کوئی تعلق نہیں

[1] صحیح بخاری: کتاب الفرائض: باب من ادعی الی غیر ابیہ۔



ہوتا۔ ان دونوں کرداروں کی شریعت نے پرزور مذمت کی ہے اور بڑی شدید وعید بیان کی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کی آیات کے نزول کے موقع پر فرمایا تھا:

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں

[ اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْئٍ وَلَنْ یُّدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهُ ، وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ وَهُوَ یَنْظُرُ اِلَیْهِ احْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهُ عَلٰی رُءُوْسِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ ][1]

ترجمہ: [جو عورت اپنا ناجائز بچہ اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے اس کا اللہ رب العزت کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے ہرگز جنت میں داخل نہ فرمائے گا اور جو آدمی جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنے بچے کا منکر ہو جائیگا اللہ تعالیٰ اس سے پردہ فرمائیگا اور اسے تمام اولین و آخرین کی موجودگی میں ذلت و فضیحت کے اندر دھکیل دے گا]

## اکل الربا

### (سودخوری)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں سود خوروں کے علاوہ کسی قوم سے اعلان جنگ نہیں فرمایا:

[ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ][2]

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان دار ہو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ)

[1] ابوداؤد ۲/ ۶۹۵، مشکوٰۃ ۳۳۱۶۔

[2] سورۂ بقرہ: ۲۷۸، ۲۷۹۔

سود جیسے جریمہ کی عنداللہ شناعت وقباحت کے اظہار کے لئے یہی ایک آیت کریمہ کافی ہے۔

افراد اور حکومتوں کی سطح پر غور وخوض کرنے والا ان تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں کو بخوبی محسوس کرسکتا ہے جو محض سودی لین دین کی پیدا کردہ ہیں۔ جن میں افلاس، کساد بازاری، جمود، قرضوں کی ادائیگی سے عاجز وقاصر رہ جانا، اقتصادی ڈھانچے کا بے جان وبے کار ہوجانا، کمپنیوں کا دیوالیہ ہوجانا، روزمرہ کی محنتوں اور خون پسینہ کی کمائیوں کو کبھی نہ ختم ہونے والے سود کے خانہ میں بھرتے رہنا، معاشرے میں غربت وامارت کے تعلق سے طبقاتی کشمکش کا جنم لینا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ نتیجۃً ریاست کا بہتر سرمایہ گنتی کے چند افراد کے ہاتھوں میں گردش کرتا رہتا ہے (سود خوروں میں سے بیشتر افراد محرومیوں کی عبرتناک تصویر بن جاتے ہیں) اور شاید یہ اس انجامِ بد کی ایک جھلک ہے جو سود خوروں کے اللہ رب العالمین کے ساتھ اعلانِ جنگ کی وعید وتنبیہ کی صورت میں موجود ہے۔

سودی کاروبار میں شرکت کرنے والے تمام افراد خواہ وہ لین دین کے مرکزی کردار ہوں یا پارٹیوں کے درمیان رابطہ اور واسطہ کے تعلق سے شریک کار ہوں یا کسی طور تعاون وراہ نمائی کا کردار ادا کررہے ہوں سب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر ملعون ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ:

[لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ] [1]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والوں، کھلانے والوں، لکھنے والوں اور گواہی دینے والوں سب پر لعنت فرمائی ہے، بلکہ فرمایا یہ سب برابر کے گناہ گار ہیں)

---

1 صحیح مسلم ۳/۱۲۱۹۔



بنابریں سودی کاروبار میں کتابت وتحریر، یا کھاتوں کی تیاری یا سودی مال کے لین دین یا حفاظت وچوکیداری یا اس قسم کی دیگر ہر قسم کی ڈیوٹی ناجائز ہے۔ حکم یہی ہے کہ سودی کاروبار میں شرکت یا اعانت خواہ وہ کسی بھی صورت ونوعیت سے تعلق رکھے سب حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس کبیرہ گناہ کی قباحت وشناعت بیان کرنے میں کافی حریص تھے (تاکہ لوگ اس کبیرہ گناہ سے باز آجائیں) چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهٗ وَإِنَّ أَرْبَى الرِّبَا عِرْضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ] [1]

عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً] [2]

ترجمہ: (سود کا ایک درہم جو آدمی اسکے سود جاننے کے باوجود کھالیتا ہے چھتیس (۳۶) مرتبہ کے زنا سے زیادہ بھاری اور سخت ہے)

واضح ہو کہ سود کی حرمت تمام افراد کے لئے عام ہے، خواہ کوئی مالدار ہو یا فقیر کوئی شخصیت اس حرمت کے حکم سے خالی نہیں ہے نا ہی کوئی صورت یا حالت مستثنیٰ ہے۔

امرِ واقع گواہ ہے کہ کتنے ہی مالداروں اور بڑے بڑے تاجروں کو سود نے مفلس وقلاش بنادیا۔

سود کا کم از کم وبال یہ ہے کہ سودی مال خواہ گنتی میں کتنا ہی زیادہ ہوجائے مگر اس کی برکت بالکل مٹ جاتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اٹل ہے:

---

1 مستدرک حاکم ۲/۳۷۔ صحیح الجامع ۳۵۳۳۔

2 مسند احمد ۵/۲۲۔ صحیح الجامع ۳۳۷۵۔

[ اَلرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ ][1]

ترجمہ: سودی مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا انجام کمی اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سود کے حرام ہونے میں سود کی شرح اور مقدار کا بھی کوئی عمل دخل نہیں ہے، چنانچہ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ بہرصورت سود حرام ہے۔ سود خور قیامت کے دن اپنی قبر سے یوں اُٹھے گا کہ شیطان نے مس وجنون کے ذریعے اسے خبطی بنا دیا ہوگا۔ اگرچہ سود کا جریمہ انتہائی فحش وقبیح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی توبہ کی گنجائش رکھی ہے، سود کی توبہ کی صورت وکیفیت یہ ہے:

[ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ][2]

ترجمہ: اور ہاں اگر تم توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور یہ عین عدل وانصاف ہے۔

حضرات! ضروری ہے کہ ہر مؤمن کا نفس اس کبیرہ گناہ سے شدید متنفر ہو اس کی قباحت و شناعت ہمیشہ اس کے شعور واحساس میں راسخ وغالب رہے۔ اور جو لوگ سودی بینکوں میں اپنا پیسہ اس عذر کے تحت رکھنے پر مجبور ہیں کہ وہ چوری اور ضیاع سے محفوظ رہے، انہیں چاہیے کہ وہ اس اضطراری اور مجبوری کے شرعی دائرہ کار کو بخوبی سمجھتے اور پہچانتے ہوں، وہ اپنے اس اضطرار کو اس شخص کے اضطرار جیسا قرار دیں جو مردار کھانے پر مجبور ہو یا اس سے بھی کہیں سخت، اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں اور متبادل صورت اختیار کرنے کی بھی مخلصانہ کوشش کرتے رہیں، اپنے پیسے پر بننے والے سود کا بینک سے قطعاً مطالبہ نہ کریں اور بینک سودی رقم اس کے اکاؤنٹ میں ڈال بھی دے تو اس سے مکمل چھٹکارا حاصل کریں وہ مال ایسا نہیں جسے (کسی

[1] مستدرک حاکم ۲/۳۷۔ صحیح الجامع ۳۵۴۲۔
[2] سورۃ البقرہ: ۲۷۹۔



صورت) صدقہ کے طور پر کسی مد میں خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے، اس خبیث مال کو اپنے کسی کام مثلاً کھانے، پینے، پہننے، گاڑی خریدنے، گھر بنانے یا بیوی بچوں اور والدین پر خرچ کرنے میں لانا بھی جائز نہیں۔ اس مال سے زکوٰۃ دینا، یا ٹیکس کی ادائیگی کرنا، یا اپنے اوپر قائم کسی ظلم کے ازالہ کے لئے خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے خوف سے اپنے آپ کو اس مال سے بچالے اور اپنا دامن چھڑا لے۔

## كتم عيوب السلعة واخفاؤها عند بيعها

### (سودے کے وقت سامان کے عیب کو چھپانا)

رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بازار میں ایک تاجر کے غلّے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ غلے میں ڈالا تو اندر سے آپ ﷺ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، فرمایا: اے اس اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ اسے بارش کا پانی لگ گیا ہے، فرمایا:

[ اَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا ][1]

ترجمہ: (تم نے گیلے اناج کو اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے)

آج بہت سے بیوپاری جنہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے اپنے سامان کے عیوب کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً عیب والی جگہ پر کوئی پرچی یا چٹ چپکا کر یا گھٹیا مال کو پیٹی کے نیچے رکھ کر یا (پرانی گاڑی وغیرہ کو) کیمیاوی مادہ کے ذریعہ وقتی طور پر چمکا کر یا کوئی ایسی ترکیب

[1] صحیح مسلم ۱/۹۹۔

استعمال کرکے جس سے گاڑی کے انجن کی عیب دار آوزیں وقتی طور پر دب جائیں، اور خریدار سامان لیکر گھر لوٹتا ہے تو وہ تھوڑے ہی عرصے میں تلف اور بربادی کا شکار ہوجاتا ہے۔ بعض لوگ سامان پر لکھی ہوئی انتہائی تاریخ (EXPIRE DATE) تبدیل کرکے اسے فروخت کردیتے ہیں، کچھ لوگ خریدار کو کماحقہ سامان کے معائنہ یا چیک کرنے کی اجازت نہیں دیتے، بہت سے لوگ تو گاڑیوں یا دیگر آلات وڈوائسز کے عیوب بناتے ہی نہیں، یہ سب حرام اور ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ اَلْمُسْلِمُ اَخُوْا لْمُسْلِمِ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيْهِ بَيْعاً فِيْهِ عَيْبٌ اِلاَّ بَيَّنَهُ لَهٗ ] [1]

ترجمہ: (مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، اور کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو کوئی ایسا سامان فروخت کرے جس میں کوئی عیب ہو، اور اگر فروخت کرے تو اسکے عیب کو واضح طور پر بتادے)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نیلامِ عام میں خریدار کو یہ کہہ کر اپنی مسئولیت اور ذمہ داری سے عہدہ برآں ہوجاتے ہیں کہ میں لوہے کا ڈھیر بیچ رہا ہوں، لوہے کا ڈھیر بیچ رہا ہوں، اس قسم کی بیع برکت سے خالی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا ] [2]

ترجمہ: (خرید وفروخت کرنے والے جب تک اس مجلس سے جدانہ ہوجائیں تب تک اس

---

[1] ابن ماجہ ۲/۷۵۴۔ صحیح الجامع ۶۷۰۵۔
[2] بخاری مع الفتح ۴/۳۲۸۔



سامان کے حوالہ سے ان کا اختیار قائم رہتا ہے، اگر وہ اپنے سودے میں سچ بولیں اور سامان کے عیب کو بیان کردیں تو ان کے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے، اور اگر جھوٹ کا سہارا لیں اور عیب چھپانے کی کوشش کریں تو سودے کی برکت مٹادی جاتی ہے۔

## بیع النجش
### (دھوکے سے بولی بڑھانا)

بیع نجش ایک سودے کی قسم ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو سودا خریدنا نہیں چاہتا وہ اسکی قیمت بڑھا کر لگاتا ہے تاکہ دوسرے شخص کو دھوکے میں ڈال کر اسے مہنگے داموں خریدنے پر آمادہ کرے۔ (اس قسم کے لوگ اکثر وبیشتر دوکان داروں سے ملے ہوئے ہوتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ لَا تَنَاجَشُوْا ] [1]

ترجمہ: (یعنی بیع نجش نہ کرو)

یہ صریحاً دھوکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ ] [2]

ترجمہ: (مکروفریب اور دھوکہ جہنم میں ہے)

بہت سے دلاّل جو مارکیٹوں، منڈیوں، نیلام سینٹروں اور گاڑیوں وغیرہ کے شورومز میں گھوم رہے ہوتے ہیں ان کی کمائی خبیث اور حرام ہوتی ہے، کیونکہ وہ بہت سے حرام امور کا ارتکاب

---

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/۴۸۴۔
[2] سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱۰۵۷۔

کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً بیع نجش (جس کی تعریف بیان ہوچکی) کا بکثرت ارتکاب کرنا اور خریدار کو دھوکے میں رکھنا یا باہر سے آکر منڈی میں اپنا سامان بیچنے والے اجنبی کو دھوکے میں رکھنے اور ان کے سامان کی قیمت گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہی سامان ان کا اپنا ہو یا اپنے کسی تعلق دار کا ہو تو اس کے برعکس قیمتیں بڑھا چڑھا کر ظاہر کرینگے۔ اس قماش کے لوگ سودا کرنے والوں کے بیچ یا نیلامی کے اداروں میں داخل ہو کر قیمتیں بڑھا بڑھا کر اللہ کے بندوں کو دھوکہ دیتے اور ان کے نقصان کے درپے ہوتے رہتے ہیں۔

## البیع بعد النداء الثانی یوم الجمعة

(جمعہ کی دوسری اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝] [1]

ترجمہ: (اے ایمان والو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

کچھ سامان فروشوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جمعہ کی دوسری اذان کے بعد بھی اپنی دوکانوں یا مساجد کے سامنے اپنے اسٹالوں پر سامان بیچنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اس گناہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو خریداری کررہے ہوتے ہیں، خواہ مسواک (یا کوئی کتاب) ہی کیوں نہ خرید رہے ہوں۔ راجح اور صحیح قول یہی ہے کہ یہ سودا بالکل باطل ہے۔ کچھ ریسٹورنٹ والے یا

[1] سورۂ جمعہ: ۹۔



تندور والے یا کارخانے والے حضرات نماز جمعہ کے وقت بھی اپنے کاریگروں کو کام پر مجبور کرتے ہیں ایسے لوگوں کا بظاہر منافع بڑھ رہا ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ دونوں جہانوں کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں کمارہے۔ ان کاریگروں کی ذمہ داری اور فریضہ یہ ہے کہ وہ ان کی بات ماننے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل کریں۔

[لَا طَاعَةَ لِبَشَرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ] [1]

ترجمہ: کسی بشر کی ایسی چیز میں اطاعت جائز نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آرہی ہو۔

## القمار والمیسر

(جوا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝] [2]

ترجمہ: (اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب، جوا اور تھان وغیرہ اور پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو)

اہل جاہلیت جوئے کی مختلف صورتیں اپنایا کرتے تھے اس کی سب سے معروف صورت یہ تھی کہ ایک اونٹ کی خریداری میں دس افراد برابر کے شریک ہوتے پھر ایک مخصوص طریقے سے

[1] مسند احمد: ۱۲۹/۱ (حدیث کا اصل صحیحین میں موجود ہے)۔

[2] سورۂ مائدہ: ۹۰۔

قرعہ اندازی کرتے جس کے تحت سات افراد (جن کا قرعہ نکل آتا) ان کے مروجہ طریقے کے مطابق حصہ دار بن جاتے باقی تین افراد محروم قرار دے دیئے جاتے۔

ہمارے اس دور میں جوئے کی مختلف شکلیں رائج ہیں۔

ایک شکل جو عرف عام میں لاٹری کے نام سے معروف ہے، جس کی متعدد صورتوں میں سے سب سے سادہ اور متداول صورت یہ ہے کہ لوگ اپنے پیسے سے کچھ نمبر خرید لیتے ہیں، جس پر لاٹری نکلتی ہے، اور فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ آنے والوں کو مختلف انعامی رقوم سے نوازا جاتا ہے۔ یہ کام حرام ہے اگرچہ انہیں فلاحی اسکیم وغیرہ جیسے ناموں سے چلایا جارہا ہے۔

جوئے کی دوسری صورت یہ ہے کہ لوگ کسی شاپنگ سینٹر سے سامان کی خریداری کرتے ہیں اس میں کوئی مجہول چیز یا نمبر ہوتا ہے جس پر قرعہ کے ذریعے انعام یافتہ لوگوں کی تحدید کی جاتی ہے۔

ہمارے دور میں رائج جوئے کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت انشورنس کے کاروبار کی ہے، چنانچہ زندگی کا بیمہ، آگ لگنے کا انشورنس (والتامین الشامل وضد الغیر) دیگر بہت سی انشورنس کی صورتیں رائج ہیں، حتی کہ بعض گلوکار اپنی آواز کا بیمہ کرا کے رکھتے ہیں۔ جوئے کی یہ تمام صورتیں "المیسر" کے دائرے میں شامل ہیں جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

ہمارے دور میں جوئے کیلئے مخصوص کلب بھی پائے جاتے ہیں، جن میں اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب کیلئے سبز میزیں (GREENT TABLES) رکھی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ فٹ بال یا کرکٹ وغیرہ کے میچوں پر خوب جوا کھیلا جاتا ہے یہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح بعض کھیلوں کی دوکانوں اور تفریحی مراکز میں جوئے کی طرز پر مختلف کھیل کھیلے جاتے ہیں، جن میں سے ایک کھیل (فلیپرز) کے نام سے معروف ہے۔



واضح ہو کہ کھیلوں کے مقابلے تین طرح کے ہیں۔

(۱) وہ مقابلے جو شرعی مقاصد کے تحت ہیں، ایسے مقابلے جائز ہیں، (خواہ انعام کے ساتھ ہو یا بغیر انعام کے) مثلاً تیراندازی کے مقابلے یا جہاد کیلئے تیار کئے گئے گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کے مقابلے وغیرہ۔ (اس میں علمی مقابلے بھی شامل ہیں جیسے قرآن پاک یا احادیث مبارکہ کے حفظ کے مقابلوں کا انعقاد)

(۲) ایسے مقابلے جو شرعی مقاصد کے تحت نہیں، لیکن خلاف شریعت بھی نہیں، مثلاً: فٹ بال کے میچ اور دوڑوں کے مقابلے، ان کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ یہ حرام امور کے ارتکاب سے پاک ہوں مثلاً نمازوں کا ضیاع نہ ہو، ایسا لباس نہ پہنا جائے جو شرمگاہ کے کشف واظہار کا باعث بنے۔ اس قسم کے مقابلوں کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہ انعامات کی تقسیم سے خالی ہوں۔

(۳) ایسے مقابلے جو فی ذاتہ حرام، یا حرام تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً خبث وفساد اور بے غیرتی کے وہ پروگرام جنہیں مقابلہ حسن کا نام دیا جاتا ہے، اور جس میں ملکہ حسن کا انتخاب عمل میں آتا ہے، یا باکسنگ کے مقابلے جو چہرے پر ضرب لگانے کا نام ہیں اور چہرے پر مارنا شرعاً حرام ہے۔ اسی طرح بکروں، مینڈھوں کی ٹکروں اور مرغوں کی لڑائیوں کے مقابلے بھی حرام ہیں۔

## السرقة

## (چوری)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ ][1]

ترجمہ: (چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ بدلہ ہے اسکا جو انہوں نے کیا عذاب اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے)

واضح ہو کہ حُجاج کرام اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے مہمانوں کی چوری سب سے خطرناک اور بھیانک شمار ہوتی ہے، ایسے چور زمین کے بڑے مقدس اور حرمت والے ٹکڑے پر اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے آس پاس اللہ رب العزت کی حدود کو پامال کرنے کے جرمِ شنیع کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرھن کی نماز والے واقعہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

[ لَقَدْ جِيْئَ بِالنَّارِ وَذٰلِكُمْ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا ، وَحَتّٰى رَأَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهٗ [أَمْعَائَهٗ] فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهٖ فَإِنْ فَطِنَ لَهٗ قَالَ :إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ ، وَإِنْ غَفَلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهٖ ][2]

ترجمہ: (میرے پاس جہنم کی آگ لائی گئی اور یہ اس وقت جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا (میں پیچھے اس لئے ہٹا) کہ کہیں مجھے کوئی شعلہ نہ آ پکڑے، حتی کہ میں نے جہنم میں چھڑی والے کو دیکھا جو اپنی آنتیں جہنم کے اندر گھسیٹتا ہوا پھر رہا تھا، وہ اپنی چھڑی کے ذریعے حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو کہتا یہ خود ہی چھڑی کے ساتھ اٹک گیا تھا اور اگر کوئی نہ دیکھ پاتا تو اس مال کو لے اڑتا)۔

خطرناک اور بھیانک چوریوں میں ایک چوری یہ بھی شمار ہوتی ہے جو مسلمانوں کے اجتماعی

[1] سورۂ مائدہ: ۳۸۔

[2] صحیح مسلم: ۹۰۴۔



مال میں سے کی جائے، اس قسم کے بعض چوروں کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ سب ہی کھا رہے ہیں، لہٰذا ہمارے کھانے سے کیا فرق پڑے گا۔ انہیں یہ بات معلوم نہیں کہ یہ چوری تمام مسلمانوں کی ہے اور اس قسم کا عمومی اور اجتماعی مال تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کے نہ ہونے کی بناء پر ایسا کرتا ہے تو اسکا یہ جرم دوسروں کیلئے حجت یا قابلِ تقلید نہیں بن سکتا۔

کچھ لوگ کفار کا مال چرا لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کفار کی چوری جائز ہے، حالانکہ جن کفار کا مال سلب کرنا جائز ہے یہ صرف وہ کفار ہیں جو مسلمانوں سے بصورتِ حرب برسرِ پیکار ہیں، کفار کی عام کمپنیاں یا افراد اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔

چوری کی ایک صورت جیب تراشی بھی ہے، جبکہ کچھ لوگ دوسروں کے گھروں میں بطورِ مہمان داخل ہوتے ہیں اور ان کی چوری کر لیتے ہیں، کچھ میزبان اپنے مہمانوں کے بریف کیس وغیرہ سے مال چرا لیتے ہیں، کچھ لوگ کاروباری مراکز میں جاتے ہیں اور اپنی جیبوں میں سامان بھر کر لے آتے ہیں، کچھ خواتین سامان چرا کر اپنے لباس کے اندر چھپا لیتی ہیں۔

بعض لوگ چھوٹی موٹی یا سستی چیزوں کی چوری کو معمولی سمجھتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

[ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ ][1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ایسے چور پر لعنت برساتا ہے جو محض ایک انڈہ یا ایک رسی چوری کر کے اپنا ہاتھ کٹوا بیٹھتا ہے)

جس شخص سے بھی چوری کا گناہ سرزد ہو گیا ہو اس پر ضروری ہے کہ وہ مسروقہ مال اپنے بھائی کو لوٹائے اور اللہ تعالیٰ سے بھی توبہ کرے، وہ مال سب کے سامنے لوٹائے یا علیحدگی میں، خود لوٹائے یا

[1] بخاری مع الفتح ۱۲/ ۸۱۔

کسی کے ذریعہ بھیج دے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا (سب جائز ہے) اگر صاحبِ مال تک باوجود کوشش کے پہنچنا ناممکن ہو چکا ہو یا اسکی موت کی صورت میں اس کے ورثاء بھی نہیں مل پا رہے تو اس مال کا صدقہ کردے اور نیت یہ ہو کہ اس کا ثواب صاحبِ مال کو مل جائے (توبہ بھی کرتا رہے)

## اخذ الرشوۃ واعطاؤھا

### (رشوت لینا اور دینا)

کسی کو اس کے حق سے محروم کرنے یا کوئی بھی ناجائز کام نکلوانے کی غرض سے قاضی یا حاکم کو رشوت دینا انتہائی قبیح قسم کا جرم ہے، کیونکہ اس قسم کا اقدام فیصلوں میں ناانصافی کرنے، صاحبِ حق پر ظلم ڈھانے اور فتنہ وفساد برپا کرنے کی ہولناک سازش قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾][1]

ترجمہ: (اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو)

[وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه مَرْفُوْعاً لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی الْحُكْمِ][2]

ترجمہ: (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت برسائی ہے جو فیصلہ کرتے یا کراتے ہوئے رشوت لیں یا دیں)

---

[1] سورۂ بقرہ: ۱۸۸۔

[2] مسند احمد ۲/ ۳۸۷۔ صحیح الجامع ۵۰۶۹۔



البتہ اپنے حق کا حصول یا ظلم وناانصافی کا ازالہ اگر رشوت دیئے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں (دینے والا) مذکورہ وعید کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگا، (بلکہ تمام تر گناہ لینے والے کے سر ہی ہوگا۔)

ہمارے آج کے دور میں رشوت کا دائرہ کار رخوب وسیع ہو چکا ہے، بعض ملازمین تو ذاتی تنخواہوں سے کہیں زیادہ رشوت سے کما لیتے ہیں، بڑی بڑی کمپنیوں کے بجٹ میں بند لفافوں میں دیئے گئے نذرانوں کی مستقل مدات ہوتی ہیں۔ بیشتر امور ومعاملات رشوت کے لین دین سے شروع ہوتے ہیں اور اس پر اختتام پذیر ہوتے ہیں، یہ ناسور ملازمین کی تباہی وبربادی کا ایک بڑا محرک بن چکا ہے، اچھی سروس اس کو نصیب ہوتی ہے جو کسی اہلکار کی مٹھی گرم کردے جو ایسا نہ کر سکے وہ اچھی سروس سے یکسر محروم رہتا ہے یا اس کا کیس مؤخر کر دیا جاتا ہے یا بالکل ہی سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے، جبکہ رشوت کے ذریعہ سے معاملات کو چلانے والے ان سے کہیں بعد میں کیس لے کر آتے ہیں اور کہیں پہلے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں۔

یہ رشوت ہی کی دسیسہ کاری ہے کہ بہت سا سرمایہ جو کہ بزنس مین کا حق ہوتا ہے وہ سیل یا پرچیز پر ماموراس کے نمائندوں کی جیبوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اس قماش کے ظالم لوگوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بددعا کا نشانہ بنتے ہوئے اللہ رب العزت کی رحمت سے دھتکار دیا جانا کچھ بعید یا تعجب خیز نہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ][1]

ترجمہ: (رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی لعنتیں برسائے)

---

[1] ابن ماجہ ۲۳۱۳۔ صحیح الجامع ۵۱۱۴۔

## غصب الارض
### (کسی کی زمین ناجائز ہتھیا لینا)

جب اللہ تعالیٰ کا خوف معدوم ہو تو بندے کی ذاتی طاقت وذہانت اس کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہے، کیونکہ وہ اس طاقت وذہانت کو لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کے اموال وحقوق غصب کرنے میں استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس نوع (قسم) کا ایک بہت بڑا ظلم زمینوں کے چھیننے کی صورت میں ہے جس کی بڑی بھیانک سزا ہے۔

[عَنْ عَبْدِ ا للّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: مَنْ أَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ أَرْضِيْنَ] [1]

ترجمہ: (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے کسی بھائی کی تھوڑی سی زمین بھی ناجائز ہتھیا لے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سات زمینوں کے اندر گاڑ دے گا)

[وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ رَضِيَ ا للّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ أَنْ يَّحْفِرَهٗ [فِي الطَّبْرَانِيْ: يَحْضُرَهٗ] حَتّٰى آخِرَ سَبْعِ أَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوِّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ] [2]

ترجمہ: (جو شخص اپنے کسی بھائی کی صرف ایک بالشت زمین پر قبضہ کر لے، اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت سات زمینیں کھودنے کی سزا دے گا اور جب وہ کھود چکے گا تو اللہ تعالیٰ ان زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈال دے گا، جو اس وقت تک گلے پر پھنسا رہے گا جب تک تمام اہل محشر

---

[1] بخاری مع الفتح ۵/ ۱۰۳۔
[2] طبرانی کبیر ۲۲/ ۲۷۰۔ صحیح الجامع ۲۷۱۹۔



کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔)

وہ لوگ بھی اس انتہائی بدترین وعید کا نشانہ بنیں گے جو زمین کی علامات وحدود تبدیل کرنے کے جرمِ شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں، جس سے ان کے پڑوسی کے کھاتے میں سے ان کی زمین کچھ کشادہ ہو جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اسی جانب اشارہ ہے۔

[لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ] [1]

ترجمہ: (جو زمین کے نشانات کو تبدیل کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو)

## قبول الهدية بسبب الشفاعة
### (سفارش کے عوض تحفہ قبول کرنا)

کسی شخص کے لئے لوگوں کے درمیان جاہ ومرتبہ کا حصول یقیناً اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، بشرطیکہ اسکا حقِ شکر بجالائے، حقِ شکر بجالانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے اس مقام ومنصب کو لوگوں کو نفع پہنچانے میں صرف کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا عموم یہی ظاہر کرتا ہے۔

[مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ] [2]

ترجمہ (تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو ضرور پہنچائے)

جو شخص اپنے عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کسی بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا دے، جس سے اسکی کوئی مشکل ٹل جائے یا کوئی بھلائی حاصل ہو جائے اور اس تمام معاملہ میں کسی جگہ کسی حرام امر کا ارتکاب شامل نہ ہو، نہ ہی کسی دوسرے کے حق پر زیادتی کی کوئی صورت ہو تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کا مستحق ہے، بشرطیکہ اس معاملہ میں اسکی نیت بالکل خالص ہو۔

---

[1] مسلم بشرح النووی ۱۳/ ۱۴۱۔
[2] صحیح مسلم ۴/ ۱۷۲۶۔

یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں بیان فرمائی:

[اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا][1]

ترجمہ (تم سفارش کردیا کرو تمہیں اسکا ثواب دیا جائے گا)

سفارش کرنے یا کسی کام میں واسطہ بننے پر ھدیہ یا نذرانہ قبول کرنا جائز نہیں۔ اسکی دلیل ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل مرفوع حدیث ہے:

[مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً ، فَأَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً (عَلَيْهَا) فَقَبِلَهَا (مِنْهُ) فَقَدْ اَتٰى بَاباً عَظِيْماً مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا][2]

ترجمہ (جو شخص اپنے کسی بھائی کی کوئی سفارش کرے جس پر اسے کوئی تحفہ پیش کیا جائے اور وہ قبول کرلے تو وہ شخص سود کے انتہائی خطرناک دروازے میں داخل ہوگیا)

کچھ لوگ اپنے منصب و وساطت کو بروئے کار لانے کے بدلے لوگوں سے بطور معاوضہ مال طلب کرتے ہیں بلکہ اس شرط پر کام کرنے کا عقد کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو کوئی نوکری دلوانا یا کسی شخص کا کسی دفتر یا شہر سے دوسرے دفتر یا شہر میں تبادلہ کرانا یا کسی مریض کو علاج کی سہولت فراہم کرنا وغیرہ۔

واضح ہو کہ ان تمام صورتوں میں جو بھی معاوضہ وصول کیا جائے گا وہ سب حرام ہے۔ جس کی دلیل ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے۔ (جو اوپر گزر چکی ہے) بلکہ اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ خواہ وہ شخص معاوضے کی شرط نہ بھی لگائے لیکن کام ہوجانے پر اگر اسے کوئی معاوضہ یا تحفہ دیا گیا تو وہ حرام ہی ہوگا، اس شخص کو چاہئے کہ اس اجر کو کافی سمجھے جو

[1] ابوداؤد ۵۱۳۲ (یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے بخاری، کتاب الادب، باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضا)۔

[2] مسند احمد ۵/۲۶۱ صحیح الجامع ۶۲۹۲۔



قیامت کے دن اللہ تعالی کے ہاں دیا جائے گا۔

"ایک شخص حسن بن سھل کے پاس کسی کام میں سفارش کی غرض سے آیا انہوں نے وہ کام کردیا، چنانچہ وہ شخص شکریہ ادا کرنے کی غرض سے دوبارہ آیا تو حسن بن سھل نے فرمایا: تم کس چیز کا شکریہ ادا کررہے ہو جس طرح مال کی زکوٰۃ ہوتی ہے اسی طرح جاہ و منصب کی بھی زکوٰۃ ہوتی ہے" (جو ہم نے آپکا کام کرنے کی صورت میں ادا کردی)

یہاں پر ایک فرق کی وضاحت کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کسی معاملے کی تکمیل کے لئے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا تاکہ وہ ان کے کیس کی پیروی وغیرہ کرتا رہے، اسے اجرت دینا جائز ہے، بشرطیکہ اسکے ساتھ سارا معاملہ شریعت کی عائد کردہ شرائط کی روشنی میں طے ہو، جبکہ کسی شخص کے جاہ و منصب یا وساطت کی بنیاد پر سفارش حاصل کرنے پر اسے مال دینا حرام ہے۔

## استيفاء العمل من الاجير وعدم ايفائه أجره

(ملازم سے کام تو پورا لینا مگر اس کی اجرت پوری ادا نہ کرنا)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملازم کو اس کا حق جلد از جلد ادا کرنیکی ترغیب دی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ][1]

ترجمہ: (مزدور کو اسکا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی اجرت ادا کردو)

ہمارے مسلم معاشرے میں جو انواع واقسام کے ظلم رائج ہیں ان میں ملازمین اور مزدوروں کے حقوق کی عدم ادائیگی بھی شامل ہے۔ جسکی بہت سے صورتیں ہیں:

[1] ابن ماجہ ۲/۸۱۷ صحیح الجامع ۱۴۹۳ (اس روایت میں کچھ ضعف ہے)۔



(۱) ایک یہ کہ مالک اپنے ملازم کے حق کا کلیۃً انکار کردے، کیونکہ ملازم کے پاس اپنے حق کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ اس ملازم کا حق اگرچہ دنیا میں ضائع ہوجاتا ہے، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز ضائع نہ ہوگا۔ اس روز اپنے مزدور کا حق کھانے والا ظالم جب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں اس مظلوم کو عطا فرمادے گا اور اگر نیکیاں ختم ہوگئیں تو مظلوم کے گناہ اس کے سر پہ تھوپ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ملازم کے حق کا کلیۃً تو انکار نہ کرے لیکن اس میں کمی کردے اور پورے حق کی ادائیگی سے بلاوجہ گریز کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ ][1]

ترجمہ: (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی)

آجکل کے مالکوں کے مذموم رویے اسکی مثال بن سکتے ہیں، چنانچہ وہ کسی علاقے سے مزدوروں کی کھیپ منگواتے ہیں اور اچھی تنخواہ پر ان کے ساتھ ایگریمنٹ کرلیتے ہیں، جب مزدور وہاں پہنچ کا کام شروع کردیتے ہیں تو پرانا اگریمنٹ تبدیل کرکے کم تنخواہ پر نیا ایگریمنٹ تیار کرلیتے ہیں، نتیجتاً ان بچاروں کو مجبوراً اسی تنخواہ پر گزارہ کرنا پڑتا ہے، اپنا حق ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکوہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

اگر یہ ظالم مالک مسلمان ہو، اور ملازم کافر ہو تو معاملہ کی سنگینی اور بڑھ جائیگی کیونکہ اس مسلمان مالک کے حق مارنے کے ظالمانہ عمل سے وہ کافر ملازم اسلام سے متنفر ہوگا۔ چنانچہ اس کا یہ کردار اللہ تعالیٰ کے دین کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنا متصور ہوگا، اور انجام کار یہ کہ وہ مالک اپنے ملازم کا گناہ بھی اپنے سر لے کر لوٹے گا۔

۱ سورۂ مطففین: ۱۔



(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مالک اپنے ملازم سے اضافی کام بھی لیتا ہے یا ڈیوٹی کے طے شدہ دورانیہ کو بڑھا دیتا ہے لیکن اسے پرانی طے شدہ تنخواہ پر ہی ٹرخا دیتا ہے، اور اسکے اوور ٹائم کی اضافی اجرت ادا نہیں کرتا۔

(۴) ظلم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مالک ملازموں کو وقت پر تنخواہ ادا نہیں کرتا، بلکہ تاخیری حربے استعمال کرتا رہتا ہے اور بڑے اصرار، شکووں شکایتوں اور بعض اوقات عدالتی چارہ جوئی کے بعد حقوق کی ادائیگی کرتا ہے۔ بعض اوقات اس تاخیری عمل میں مالک کی یہ غرض پنہاں ہوتی ہے کہ ملازم بالآخر تھک ہار کر اپنا حق چھوڑ دے اور تنخواہ کے مطالبہ سے دست بردار ہوجائے یا یہ غرض بھی ہوسکتی ہے کہ وہ ملازمین کی تنخواہوں سے ذاتی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ چند دن بنک میں وہ پیسہ رکھوا کر اس پر سود وصول کرتا رہتا ہے، ادھر بے چارے ملازم کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک دن کی روٹی کو ترستا ہے اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کہ جن کی خاطر وہ وطن سے بے وطن ہوا ان کو نان ونفقہ بھیجنے کی کوئی سکت اور سبیل نہیں پاتا۔

ایسے ظالموں کی بربادی کیلئے دردناک عذاب ہے، چنانچہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا وَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ][1]

ترجمہ (تین آدمیوں کا قیامت کے دن میں مدمقابل ہوں گا، (یعنی میرا ان سے بصورت جنگ مقابلہ ہوگا) (۱) ایک وہ جسے میرے نام سے کچھ دیا گیا اور وہ دھوکا کر گیا۔ (۲) دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو (غلام ظاہر کرکے) بیچ دیا اور اسکی قیمت کھا گیا۔ (۳) تیسرا وہ جس نے

۱ بخاری مع الفتح ۴/۴۴۷۔

اجرت پر کوئی مزدور رکھا اس سے کام تو پورا کروالیا مگر اسکی مزدوری ادا نہیں کی۔)

## عدم العدل فی العطیۃ بین الاولاد

### (اولاد کے ساتھ برابری کا برتاؤ نہ کرنا)

بعض لوگ اولاد کے معاملے میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھ پاتے، چنانچہ اپنے کسی بیٹے کو تحائف وعطیات کی صورت میں زیادہ ہی نواز دیتے ہیں اور کسی کو یکسر محروم رکھتے ہیں۔ راجح قول کے مطابق یہ کام حرام ہے...... ہاں اگر کسی بیٹے کو الگ سے دینے کا کوئی شرعی عذر ہو تو جائز ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ کسی بیٹے کو ایسی جائز ضرورتیں پیش آجائیں جو دیگر اولاد کو نہیں ہیں یا مثلاً بیماری یا قرض یا اس بیٹے کے قرآن حفظ کرنے پر اسے خصوصی انعام دینا یا کسی بیٹے کے پاس کاروبار یا ملازمت نہیں ہے یا اس کا کنبہ دوسروں سے بڑا ہے یا وہ بیٹا دین کا عالم یا طالب علم ہے اور دعوت دین کی مصروفیت کی وجہ سے کام کاج سے فارغ ہے وغیرہ۔

تو ان صورتوں میں باپ اپنے اس بیٹے کو دوسرں کی بہ نسبت زیادہ دے سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ دیتے ہوئے یہ نیت کرلے کہ اگر یہ سبب کسی اور بیٹے کو لاحق ہوگا تو اسے بھی اسی طرح دے گا۔

اس میں عمومی دلیل تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[اِعۡدِلُوۡا ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ][1]

ترجمہ: (عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو)

اور خصوصی دلیل نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد

[1] سورۂ مائدہ:۸۔



ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

[اِنِّیۡ نَحَلۡتُ اِبۡنِیۡ ہٰذَا غُلَامًا ۔ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: اَکُلَّ وَلَدِکَ نَحَلۡتَہٗ مِثۡلَہٗ؟ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ۔ فَارۡجِعۡہُ[1] وَفِیۡ رِوَایَۃٍ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡدِلُوۡا بَیۡنَ اَوۡلَادِکُمۡ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِیَّتَہٗ ][2]

ترجمہ: (کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطورِ تحفہ دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس جیسا تحفہ دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تحفہ واپس لے لو۔ نیز فرمایا: اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔

چنانچہ وہ فوراً لوٹے اور وہ عطیہ واپس لے لیا)

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

[فَلَا تُشۡہِدۡنِیۡ اِذًا فَاِنِّیۡ لَا اَشۡہَدُ عَلٰی جَوۡرٍ ][3]

ترجمہ: ایک بیٹے کو تحفہ دے کر باقیوں کو محروم کرکے) مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو میراث کے اصول کے مطابق یعنی ہر بیٹے کو بیٹیوں کے برابر اور ہر بیٹی کو بیٹے سے آدھا عطیہ کرسکتا ہے۔[4]

آج بعض خاندانوں کی المناک صورتحال سامنے آئی ہے، چنانچہ کچھ باپ جو اللہ کے خوف سے عاری ہوتے ہیں، اپنے بعض بیٹوں کو عطیات وتحائف کی صورت میں کچھ زیادہ نوازنے کی

[1] بخاری مع الفتح ۵/۲۱۱۔
[2] بخاری مع الفتح ۵/۲۱۱۔
[3] صحیح مسلم ۳/۱۲۴۳۔
[4] مسائل الامام احمد لابی داؤد ۲۰۴۔

کوشش کرتے ہیں، جس سے اولاد کے سینوں میں آپس میں کدورتوں، عداوتوں اور نفرتوں کے بیج جنم لیتے ہیں، جو بڑے بھیانک نتائج پر منتج ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ایک باپ اپنے کسی بیٹے کو اس لئے زیادہ نوازتا ہے کہ اس کے اندر اپنے بچپن کی شباہت پائی جاتی ہے اور دوسرے کو اس لئے محروم رکھتا ہے کہ اس میں ماموؤں کی شباہت جھلکتی ہے۔ کچھ لوگ ایک بیوی کی اولاد پر زیادہ مہربان ہوتے ہیں، جبکہ دوسری بیوی کی اولاد پر توجہ نہیں دیتے، جسکی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک بیوی کے بچوں کو اعلیٰ اور اسپیشل اسکولوں میں داخلہ دلایا جاتا ہے اور دوسری بیوی کے بچوں کو عام اور سستے اسکولوں میں۔

ان ناانصافیوں کی باپ کو بڑی بھیانک سزا بھگتنی پڑتی ہے، کیونکہ محرومیوں کی شکار اولاد اکثر و بیشتر باپ کی نافرمان نکلتی ہے اور اس کی پریشانیوں میں اضافہ کا موجب بن جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کہ جس نے عطیہ کے حوالہ سے اپنی اولاد کے درمیان فرق کیا تھا فرمایا تھا:

[ أَلَيْسَ يَسُرُّكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً ] [1]

ترجمہ: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابری کرے۔

## سؤال المال من غير حاجة

(بلاضرورت لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا)

[ عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ

[1] مسند احمد ۴/۲۶۹ صحیح مسلم ۱۶۲۳۔



سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيْهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ. قَالُوْا وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا تَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيْهِ وَيُعَشِّيْهِ ] [1]

ترجمہ: (جو شخص غنی ہونے کے باوجود ہاتھ پھیلائے وہ جہنم کے انگارے جمع کر رہا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس غناء کی حد کیا ہے، جس کے ہوتے ہوئے آدمی ہاتھ نہیں پھیلا سکتا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اتنا کچھ کہ جو اس کے دوپہر اور شام کے کھانے کیلئے کافی ہو)

[ وعن ابن مسعود ص قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوْشًا أَوْ كُدُوْشًا فِيْ وَجْهِهِ ] [2]

ترجمہ: [عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص غناء کے باوجود سوال کرے وہ قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اسکا چہرہ گوشت سے خالی یعنی ہڈیوں کا پنجرہ ہوگا]۔

بعض پیشہ ور بھکاری اور چندوں کے حریص مساجد میں لوگوں کے سامنے آہ و بکاء کرتے دکھائی دیتے ہیں، جن کی چیخ و پکار سے نمازیوں کی تسبیحات میں خلل واقع ہوتا ہے، کچھ بھکاری تو جھوٹ بولنے اور جھوٹی کہانیاں گھڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، بعض کے پاس تو جعلی اور بوگس کاغذات بھی ہوتے ہیں، بعض پیشہ ور تو اپنے خاندانوں کے مختلف افراد کو مختلف مساجد میں بانٹتے ہیں پھر وہاں سے انہیں جمع کرکے دوسری مساجد میں پہنچا دیتے ہیں، اسی طرح مساجد بدل بدل کر بھیک مانگتے رہتے ہیں یوں وہ اتنا مال جمع کر لیتے ہیں کہ اسکی صحیح مقدار اللہ ہی کے علم میں ہوتی

[1] ابوداؤد ۲/۲۸۱ صحیح الجامع ۶۲۸۰۔
[2] مسند احمد ۱/۳۸۸ صحیح الجامع ۶۲۵۵۔

ہے، ایسے لوگ جب مرتے ہیں تو ان کے بے تحاشہ ترکہ کی خبریں ظاہر ہوتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کچھ حقیقی محتاج اور ضرورت مند بھی ہیں جو خودداری کی وجہ سے ہاتھ پھیلانے اور چمٹ چمٹ کر سوال کرنے سے گریز کرتے ہیں، لوگ انہیں مالدار سمجھتے رہتے ہیں نتیجہ یہ کہ ان کے فقر کو کوئی محسوس ہی نہیں کرتا کہ ان پر کچھ صدقہ ہی کردے۔

## الاستدانة بدين لا يريد وفاءه

**(لوگوں سے ادا نہ کرنے کی نیت وارادے سے قرض لینا)**

اللہ تعالیٰ کے ہاں حقوق العباد کا معاملہ نہایت ہیبت ناک ہے ایک شخص سے اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حق میں کوتاہی ہوجائے تو وہ توبہ کے ذریعے چھوٹ سکتا ہے، لیکن حقوق العباد کا معاملہ ایسا ہے کہ انہیں قیامت سے پہلے پہلے ادا کئے بغیر چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں اور اگر قیامت سے قبل ادا نہ کریگا تو قیامت کے دن ادائیگی درھم ودینار سے نہیں ہوگی، بلکہ نیکیوں اور بدیوں کے تبادلے سے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا][1]

ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس لوٹاؤ)

ہمارے معاشرے میں پھیلی خرابیوں میں سے ایک خرابی قرض کے سلسلہ میں مجرمانہ غفلت وتساھل برتنے کی صورت میں موجود ہے، بعض لوگ قرض اس لئے نہیں لیتے کہ انہیں کوئی شدید ضرورت درپیش آگئی ہے، بلکہ محض اپنے مال میں اضافے یا دوسروں کے دیکھا دیکھی اپنی گاڑی

[1] سورۂ نساء: ۵۸۔



یا فرنیچر یا دیگر سامانِ تعیش جس کے لئے کوئی بقا نہیں، بلکہ بہرحال فنا ہی اس کا انجام ہے، کی خریداری کے شوق سے قرض اٹھا لیتے ہیں، اس قماش کے لوگ اکثر وبیشتر ایسے سینٹروں میں جاتے ہیں، جہاں قسطوں پر سامان فروخت ہوتا ہے، اور ایسے سودے کر آتے ہیں جس کی بہت سی صورتیں حرام یا شبہ حرام سے خالی نہیں ہوتیں۔ قرض مانگتے رہنے کا یہ معاملہ بندے کو اس معاملے پر لا کھڑا کرتا ہے کہ وہ ادائیگی کے سلسلہ میں قرض خواہوں سے ٹال مٹول کا سلسلہ شروع کردیتا ہے اور نوبت بالآخر ان کے اموال کے تلف وضیاع تک جا پہنچتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرض کے ہیبتناک انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے:

[مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ][1]

ترجمہ: (جو شخص لوگوں سے بطور قرض مال لے اور وہ ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ادائیگی کی توفیق دے دیتا ہے، اور جو شخص لوگوں کا مال ہضم کرنے کی نیت سے قرض لے، اللہ تعالیٰ اسے برباد کردیگا)

لوگ قرض کے معاملے میں تساہل برتتے ہیں اور اسے بہت معمولی تصور کرتے ہیں، حالانکہ قرض کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت شدید اور ہیبت ناک ہے، شہید باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت سی خصوصی عنایات، ثواب عظیم اور بلند مرتبے کا مستحق قرار پاتا ہے، مگر قرض کی بھیانک مار سے وہ بھی نہیں بچ سکے گا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الدَّيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ، ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ

[1] بخاری مع الفتح ۵/۵۴۔

مَادَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ دَيْنُهُ ][1]

ترجمہ: (سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے قرض کے بارہ میں کتنا سخت حکم نازل فرمایا ہے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائے پھر زندہ کر دیا جائے پھر شہید ہو جائے پھر زندہ کر دیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکے گا جب تک اس کا قرض نہ ادا کر دیا جائے)

یہ حدیث سننے کے بعد بھی قرض کی ادائیگی میں سستی برتنے والے کیا اپنی جہالت سے باز آئیں گے یا نہیں؟

## اکل الحرام

### (حرام کھانا)

جو شخص اللہ رب العزت کے خوف سے عاری ہوتا ہے، اسے مال کے سلسلہ میں کوئی پروا نہیں ہوتی کہ کہاں سے آرہا ہے، اور کہاں خرچ ہو رہا ہے، اس کا مقصد تو بینک بیلنس میں اضافہ کرنا ہے، خواہ وہ صریحاً حرام مال کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو! خواہ چوری کا ہو یا رشوت کا ہو یا غصب کا ہو یا جھوٹی بوگس دستاویز تیار کرنے کے ذریعہ ہو یا کسی حرام سودے کے ذریعہ آیا ہو یا سود کا ہو یا یتیم کے حق پر ڈاکہ کی صورت میں ہو یا کسی حرام کام پر اجرت کی صورت میں ہو، مثلاً: کہانت کی اجرت یا زنا کی اجرت یا گانا گانے کی اجرت وغیرہ یا وہ مال مسلمانوں کے بیت المال یا پبلک کی امانتوں پر شب خون مارنے سے حاصل ہو، خواہ وہ لوگوں کو تنگ کر کے ان کا مال ہتھیا لے، یا بلا ضرورت لوگوں سے بھیک مانگ کر مال کے ڈھیر لگائے (اس کے علاوہ

[1] النسائی فی المجتبیٰ ۷/۳۱۴ صحیح الجامع ۵۹۴۔



اور بہت سی صورتیں ہیں) پھر خواہ اس مال کو کھائے یا پہنے یا سواری خرید لے، یا گھر بنا لے یا گھر کرائے پر لے لے، اور اسے فرنیچر وغیرہ سے آراستہ کر لے۔ (سب کی حرمت وشناعت برابر ہے)

حرام مال اگر پیٹ میں داخل ہو تو رسول اللہ کا اس کی بابت ارشادِ مبارک ہے:

[كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ][1]

ترجمہ: (جو گوشت حرام سے بنتا ہے، جہنم کی آگ اسکی حقدار ہے)

قیامت کے دن بندے کے مال کے حوالہ سے ایک سوال تو یہ ہوگا کہ یہ مال کہاں سے کمایا؟ اور دوسرا سوال یہ ہوگا کہ کہاں خرچ کیا؟ پھر لامتناہی ہلاکت اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس حرام مال ہے تو وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں جلدی کرے۔ اور اگر وہ مال کسی بندے کا حق ہے تو اسے لوٹانے میں جلدی کرے اور اس سے معافی طلب کر کے اپنے دامن کو بچا لے، قبل اسکے وہ دن آجائے جس دن ادائیگی درہم ودینار سے نہیں ہوگی، بلکہ نیکیوں اور گناہوں کے تبادلے کے ذریعہ ہوگی۔

## شرب الخمر ولو قطرة واحدة

### شراب نوشی خواہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

[1] طبرانی کبیر ۱۹/۱۳۶ صحیح الجامع ۴۴۹۵۔



الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۝ ][1]

ترجمہ: (اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں ہیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم فلاح یاب ہو۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جوا، شراب سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے یہ اسکے حرام ہونے کی سب سے قوی دلیل ہے، بلکہ یہاں شراب کو ''الأنصاب'' کے ساتھ جوڑا گیا ہے جو سب کفار کے بت اور معبود ہیں (اس سے شراب کی حرمت مزید مؤکد ہوگئی) لہٰذا شراب کو حرام نہ ماننے والوں کی یہ دلیل تارِ عنکبوت ہوگئی، کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام نہیں کہا، بلکہ صرف بچنے کا حکم دیا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث میں شراب پینے والے کے لئے شدید ترین وعید وارد ہوئی ہے:

[ عَنۡ جَابِرٍ مَرۡفُوۡعاً : اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَهۡداً لِمَنۡ شَرِبَ الۡمُسۡكِرَ اَنۡ يَّسۡقِيَهُ مِنۡ طِيۡنَةِ الۡخَبَالِ قَالُوۡا: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَمَا طِيۡنَةُ الۡخَبَالِ؟ قَالَ: عِرۡقُ اَهۡلِ النَّارِ اَوۡ عُصَارَةُ اَهۡلِ النَّارِ ][2]

ترجمہ: (جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نشہ آور چیز پینے والوں کے لئے اپنے اوپر یہ عہد کر رکھا ہے کہ انہیں طینۃ الخبال میں سے ضرور پلائے گا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں کا پسینہ یا انکی گندگیوں کا نچوڑ۔)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سورۂ مائدہ:۹۰۔
[2] صحیح مسلم ۳/۱۵۸۷۔



[مَنۡ مَّاتَ مُدۡمِنُ خَمۡرٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ كَعَابِدِ وَثَنٍ ][1]

ترجمہ: شراب کا عادی شخص جب مرے گا تو اللہ تعالیٰ کو اسطرح ملے گا جیسے بت کی پوجا کرنے والا۔

آج ہمارے اس دور میں انواع واقسام کی شرابیں اور نشہ آور چیزیں مختلف عربی وعجمی ناموں کے ساتھ رائج ہیں، جیسے: بیئر، الجعہ، الکحل، العرق، فودکا، شمپئین وغیرہ وغیرہ۔ اسوقت میں لوگوں کی وہ قسم بھی پیدا ہوچکی ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی:

[ لَيَشۡرَبَنَّ نَاسٌ مِّنۡ اُمَّتِيۡ الۡخَمۡرَ يُسَمُّوۡنَهَا بِغَيۡرِ اسۡمِهَا ][2]

ترجمہ: (میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام تبدیل کر کے اسے پیئیں گے)

(یہ پیشن گوئی کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئی) چنانچہ لوگ اسے شراب کی بجائے راحتِ جان وتسکینِ روح والے مشروب قرار دیکر پی رہے ہیں، یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے۔

[يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَمَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ۝ ][3]

ترجمہ: (وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر نہیں سمجھتے)

شریعت نے یہاں ایک عظیم ضابطہ بیان فرمایا ہے، جو شراب پینے والوں کی اس حجت کی پوری طرح تفنید کرتا ہے، اور نام تبدیل کر کے دھوکہ دینے والوں کے اس فتنہ کی جو کہ شریعت

---

[1] طبرانی ۱۲/۴۵ صحیح الجامع ۶۵۲۵۔
[2] مسند احمد ۵/۳۴۲ صحیح الجامع ۵۴۵۳۔
[3] سورۂ بقرہ:۹۔

کے ساتھ کھیل اور مذاق کے سوا کچھ نہیں، پوری طرح جڑیں بھی کاٹ رہا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ][1]

ترجمہ: (ہر نشہ آور چیز خمر یعنی شراب ہی ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے)

لہٰذا ہر وہ چیز جو عقل میں فتور ونشہ پیدا کردے وہ شراب ہے اور حرام ہے، خواہ اس چیز کی تھوڑی مقدار نشہ آور ہو یا بہت بڑی مقدار نشہ کا باعث بنے[2] اگرچہ نام متعدد ومختلف ہیں، لیکن یہ سارے ایک ہی چیز کے نام ہیں، جس کا حکم معلوم ہے (یعنی حرام ہیں) آخر میں شراب نوشی کرنے والوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نصیحت تحریر کی جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَسَكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ، وَاِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، وَاِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً، فَاِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ ،فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، ، وَاِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً ،فَاِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ ،فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، وَاِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُسْقِيَهُ مِنْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَارَدْغَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ][3]

ترجمہ: (جس شخص نے شراب پی اور نشہ میں مست ہوگیا پس چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائیگی اور اس حال میں مرگیا تو جہنم میں داخل ہوجائیگا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ

[1] صحیح مسلم ۳/۱۵۸۷۔
[2] یہ سنن ابی داؤد کی ایک حدیث کا مفہوم ہے ۳۶۸۱۔ (صحیح ابی داؤد ۳۱۲۸)۔
[3] ابن ماجہ ۳۳۷۷ صحیح الجامع ۶۳۱۳۔



معاف فرمادے گا، اگر دوبارہ شراب پی، اور مبتلائے نشہ ہوگیا تو اللہ رب العزت اسکی مزید چالیس دن تک کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا، اگر یوں ہی مرگیا تو واصلِ جہنم ہوجائیگا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، اگر پھر شراب پی لی تو اللہ تعالیٰ مزید چالیس دن تک اسکی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا، اگر اسی طرح مرگیا، تو جہنم میں جائیگا، اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، اگر پھر شراب پی لی تو پھر اللہ رب العزت کا حق ہوگا کہ اسے قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں سے پلائے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ردغۃ الخبال کیاہے؟ فرمایا: اہل جہنم کی گندگیوں کا نچوڑ اور پسینہ وغیرہ)

حضرات! جب شراب پینے والوں کا اتنا بھیانک انجام ہے تو مخدرات (نشہ آور اشیاء) استعمال کرنے والوں اور اس پر ہمیشگی کرنے والوں کا کیا حال ہوگا، جبکہ مخدرات کا معاملہ شراب سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

## استعمال آنية الذهب والفضة والاكل والشرب فيها

### (سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا اور ان میں کھانا)

آج گھریلو برتنوں کی شاید ہی کوئی دوکان ہو جس میں سونے اور چاندی کے برتن نہ ہوں، یا کم ازکم ایسے برتن نہ ہوں جن پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھا ہو۔

اسی طرح مالدار لوگوں کے گھروں اور بعض اونچے ہوٹلوں میں بھی اس قسم کے برتن موجود ہوتے ہیں، بلکہ اس قسم کے برتن ایک دوسرے کو مختلف تقریبات ومناسبات میں بطور قیمتی تحفہ پیش کرنے کا رواج بھی بڑھتا جارہا ہے، بعض لوگ اگرچہ اپنے گھروں میں اس قسم کے برتن نہیں رکھتے لیکن دوسروں کے گھروں میں دعوتوں میں اس قسم کے برتن استعمال کرلیتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ میں یہ سب کچھ قطعی حرام ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان برتنوں کے استعمال کے حوالے سے شدید ترین وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[اِنَّ الَّذِیْ یَأْکُلُ أَوْ یَشْرَبُ فِیْ آنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ][1]

ترجمہ (جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جھنم کی آگ کے گھونٹ بھر رہا ہے)

یہ حکم کھانے کے ہر قسم کے برتن کو شامل ہے، خواہ وہ پلیٹوں کی صورت میں ہوں یا کانٹوں، چمچوں اور چھریوں کی صورت میں، خواہ مہمانوں کو ضیافت پیش کرنے کے برتن ہوں یا وہ ڈبے جن میں شادی بیاہ کے موقع پر مٹھائیاں پیک کر کے دی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سونے کے برتن استعمال نہیں کرتے، البتہ شوکیس میں شوپیس کے طور پر سجا کر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن کسی بھی موقع پر ان کے استعمال کے امکان کے کلی سدِ باب کی خاطر یہ بھی جائز نہیں ہے، (اور پھر شوپیس میں سجا کر رکھنا بھی تو ایک استعمال ہے۔)

## شهادة الزور
### (جھوٹی گواہی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ

[1] ابن ماجہ ۳۳۷۷ صحیح الجامع ۶۳۱۳۔



بِهٖ][1]

ترجمہ: پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے)

[عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ: قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ "ثَلَاثاً" اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَجَلَسَ وَکَانَ مُتَّکِئاً فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، قَالَ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا: لَیْتَهٗ سَکَتَ][2]

ترجمہ: (عبد الرحمن بن ابو بکرہ رضی اللہ عنھما اپنے والد ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر دوں؟ (یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمائی) پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، پھر ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! اور جھوٹ کہنا (بھی سب سے بڑے گناہوں میں شامل ہے) یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار دہراتے رہے، حتی کہ ہم نے کہا کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو جائیں۔)

اس حدیث پر غور کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹی گواہی کا بار بار ذکر فرمایا، اسکی ہیبت وخطورت سے کس قدر ڈرایا بار بار ڈرانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس تعلق سے تساہل وغفلت کا شکار ہیں، نیز لوگوں کی آپس میں قائم عداوتوں اور کینوں کی وجہ سے جھوٹی گواہی کے اسباب ومواقع بہت سامنے آتے ہیں، اور ایکو جہ یہ بھی ہے کہ جھوٹی گواہی پر بہت سی خرابیاں مرتب ہوتی

[1] سورہ حج: ۳۰،۳۱۔
[2] صحیح مسلم ۳/ ۱۶۳۴۔



ہیں، چنانچہ جھوٹی گواہی کی وجہ سے کتنوں کے حقوق ضائع ہو گئے، کتنے بے قصوروں کو محض جھوٹی گواہی کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑا اور اسکے برعکس کتنے لوگوں نے جھوٹی گواہی سے ایسے ایسے مفادات حاصل کر لئے جو قطعاً ان کا حق نہیں تھے، جھوٹی گواہی کی وجہ سے کتنی جھوٹی رشتہ داریاں بن جاتی ہیں؟

اسی سلسلہ میں سب سے بڑا تساہل مجرمانہ بعض لوگوں کی طرف سے عدالتوں میں دیکھا گیا ہے، جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ تم میرے حق میں گواہی دے دو میں ضرورت پڑنے پر تمہارے حق میں گواہی دے دوں گا، چنانچہ وہ اجنبی شخص اسکے حق میں عدالت کے اندر اس کے کسی ایسے معاملے میں جسکی حقیقت وحالت کے بارے میں جاننا ضروری تھا، جھوٹی گواہی دے دیتا ہے، مثلاً کسی زمین یا گھر کی ملکیت کی گواہی یا کسی تزکیہ کے حوالے سے گواہی، حالانکہ وہ اسے جانتا تک نہیں بلکہ دونوں کا آمنا سامنا چند لمحے قبل عدالت کی دہلیز پر ہوا ہوتا ہے۔ یہ کھلم کھلا جھوٹ اور دروغ ہے، چاہیئے تو یہ کہ شہادت کی بنیاد وہ چیز ہو جو کتاب اللہ میں وارد ہوئی ہے۔

[وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا] [1]

ترجمہ: (اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم اچھی طرح جانتے تھے)

[1] سورۂ یوسف: ۸۱۔



## سماع المعازف والموسیقی
### (گانے اور موسیقی سننا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ] [1]

ترجمہ: (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں "لهو الحديث" سے مراد گانا (سننا اور بجانا) ہے۔[2]

ابو عامر اور ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ ---] [3]

ترجمہ: میری امت میں کچھ قومیں پیدا ہونگی جو ریشم، شراب اور موسیقی کو اپنے لئے حلال سمجھیں گی۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[لَيَكُونَنَّ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ وَذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوا الْخُمُورَ

[1] سورۂ لقمان: ۶۔
[2] بخاری مع الفتح ۵/ ۲۶۱۔
[3] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۵۱۔

وَاتَّخَذُوا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوا بِالْمَعَازِفِ ][1]

ترجمہ:[ میری امت میں خسف (یعنی زمین کے اندر دھنسائے جانے)، قذف (یعنی پتھر برسائے جانے) اور مسخ (یعنی شکل بگاڑے جانے) کا عذاب ہوگا اور یہ سارے عذاب اس وقت ہوں گے جب لوگ شراب پئیں گے، گلوکاراؤں سے گانے سنیں گے، اور آلات موسیقی بجائیں گے ]

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الکوبہ (طبلہ) سے بھی منع کیا جبکہ باجے کی آواز کو احمق اور گناہ گار آواز قرار دیا۔

علماء متقدمین مثلاً: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آلات موسیقی مثلاً: سارنگی، طنبور یعنی ستار، بانسری، باجہ، جانچھ یعنی طبل وغیرہ کے صراحۃً حرام ہونے کے قائل تھے۔

اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آلاتِ موسیقی سے منع فرمایا ہے، موسیقی کے نئے آلات مثلاً: سارنگی، تاروالا باجہ، اورج، پیانو، گٹار وغیرہ کو بھی شامل ہے، بلکہ پرانے آلاتِ موسیقی جن کی بعض احادیث میں حرمت وارد ہوئی ہے سے جدید آلات موسیقی نشہ اور ترنگ پیدا کرنے میں ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ بلکہ بعض اہلِ علم جیسے حافظ ابن القیم وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ موسیقی کا نشہ شراب کے نشے سے کہیں زیادہ ہے۔

اور بلاشبہ آلاتِ موسیقی کے بجانے کے ساتھ اگر گلوکاراؤں اور مغنیات کی آوازیں بھی شامل ہوجائیں تو اس جرم اور گناہ کی ہیبت وحرمت مزید سخت اور شدید ہوجائیگی اور اگر گانوں کے بول عشق ومحبت اور عورتوں کے حسن وجمال کے ذکر پر مبنی ہوں تو موسیقی کی مصیبت وہولناکی میں کئی گنا اضافہ ہوجائیگا، اس لئے علماءِ کرام نے گانے کو زنا کا ڈاکیا قرار دیا ہے، نیز یہ بتایا ہے

---

[1] سلسلۃ الصحیحۃ ۲۲۰۳ ترمذی ۲۲۱۲۔



کہ گانا دل کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے۔

ہمارے اس دور میں موسیقی کا فتنہ مزید پھیلتا جارہا ہے، اور وہ اس طرح کہ بہت سی چیزوں میں موسیقی داخل کردی گئی ہے، مثلاً: گھڑیاں، گھنٹیاں (Door bell)، بچوں کے کھلونے، کمپیوٹر اور بعض ٹیلی فون سیٹ وغیرہ، اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ موسیقی سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے بڑی عزیمت کی ضرورت ہے۔ (واللہ المستعان)

## الغيبة

## (غیبت)

آج مسلمانوں کی غیبت کرنا اور ان کی عزتوں کے درپے ہونا ہماری اکثر وبیشتر مجالس کی سویٹ ڈش بن چکی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع کیا ہے اور اپنے بندوں کو غیبت سے متنفر کیا ہے، جسکی صورت یہ ہے کہ غیبت کی انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ مثال بیان فرمائی جس سے واقعۃً دل میں تکدر وکراہیت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[ اوَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ ][1]

ترجمہ: (اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئیگی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کا معنی یوں بیان فرمایا:

[ أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ: اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا

---

[1] سورۂ حجرات: ۱۲۔

تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ ] [1]

ترجمہ: (کیا تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند قرار دیتا ہے، غیبت ہے ۔ کسی نے کہا: اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو؟ فرمایا جو عیب تم بیان کرر ہے ہو اگر وہ اس کے اندر موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا)

تو آپ کا اپنے مسلمان بھائی کے اندر موجود کسی عیب کے ساتھ کہ جسے بیان کرنا وہ ناپسند سمجھتا ہے، کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ وہ غیبت خواہ اسکے جسم میں ہو، یا دین میں، یا دنیا میں، یا نفس میں، یا خلق میں، یا خلقت میں ہو۔ واضح ہو کہ غیبت کی مختلف صورتیں ہیں، چنانچہ اپنے بھائی کے عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے اور اسکے اندر موجود کسی عیب کی بر سبیل مذاق اپنے فعل سے نقالی کرنا بھی غیبت کے زمرہ آتا ہے۔

لوگ غیبت کے بارہ میں بڑے تساھل اور غفلتِ مجرمانہ کا شکار ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی شناعت وقباحت انتہائی شدید ہے۔ اسکی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

[ اَلرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا مِثْلُ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهُ، وَاِنَّ اَرْبَى الرِّبَا اِسْتِطَالَةُ الرَّجُلِ فِيْ عِرْضِ اَخِيْهِ ] [2]

ترجمہ: (یعنی سود کے بہتر (۷۲) دروازے ہیں سب سے ادنی دروازے کی مثال آدمی کا اپنی ماں سے زنا کرنا ہے، جبکہ سب سے بڑا سود آدمی کا اپنے بھائی کی عزت سے کھیلنا ہے)

جس مجلس میں کسی کی غیبت ہو رہی ہو اس میں موجود ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس برائی

[1] صحیح مسلم ۴/ ۲۰۰۱۔
[2] سلسلۃ الصحیحۃ ۱۸۷۱۔



سے روکے اور اپنے اس بھائی کی عزت کا دفاع کرے جس کی غیبت کی جا رہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اس بات کی ترغیب دی ہے۔

[ مَنْ رَدَّ عِرْضَ اَخِيْهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ] [1]

ترجمہ: (جو اپنے کسی بھائی کی عزت کا دفاع کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کریگا۔)

## النميمة

### (چغلی)

لوگوں کا بغرض فساد ایک دوسرے کی باتیں بطور چغلی بیان کرنا، ہمیشہ سے آپس کے تعلقات کے ٹوٹنے اور دلوں میں بغض وعداوت کی آگ جلانے کا سبب رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چغلخور کی مذمت کی ہے۔

[ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ ] [2]

ترجمہ: (اے محمد ﷺ! اور آپ ﷺ کسی ایسے شخص کا بھی کہنا ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا بے وقوف، کمینہ، عیب گو، چغل خور ہو)

[ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعًا: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ] [3]

ترجمہ: (حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے؛ فرمایا: چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا)

[1] مسند احمد ۶/ ۴۵۰، صحیح الجامع ۶۲۳۸۔
[2] سورۂ قلم: ۱۰:۱۱۔
[3] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۴۷۲۔

[عن ابن عباس رضی الله عنه قَا لَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَا نَیْنِ یُعَذَّ بَانِ فِیْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ ا لنَّبِیُّ ﷺ: یُعَذَّ بَانِ، وَمَایُعَذَّ بَانِ فِیْ کَبِیْرٍ، ثُمَّ قَالَ: بَلٰی [وَفِیْ رِوَایَةٍ: وَاِنَّهٗ لَکَبِیْرٌ] کَانَ أَحَدُهُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَکَانَ الْآخَرُ یَمْشِیْ بِا لنَّمِیْمَةِ][1]

ترجمہ: [عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے دوانسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں دیا جارہا، پھر فرمایا: کیوں نہیں، وہ گناہ فی الحقیقت کبیرہ ہی ہیں، ان میں سے ایک شخص اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا چغلخور تھا]

چغلی کی ایک انتہائی بُری اور گھٹیا صورت یہ ہے کہ شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکایا جائے، تاکہ ان کے آپس کے تعلقات میں بگاڑ آجائے۔ اسی طرح دفتر میں ایک ملازم کی مدیر یا مسئول کے آگے شکایت کرنا تاکہ اسے نقصان پہنچایا جاسکے بھی چغلی کی بدترین صورت ہے، اور یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔

## الاطلاع علی بیوت الناس دون اذن

### لوگوں کے گھروں میں بلااجازت جھانکنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى

[1] بخاری مع الفتح ۱/ ۳۱۷۔



اَهْلِهَا][1]

ترجمہ: (اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو! اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اجازت لئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اجازت لینا اس لئے ضروری ہے کہ بلا اجازت داخلے سے گھر والوں کی (کسی بھی طرح کی) بے پردگی کا امکان ہوتا ہے، یہی علت رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں مذکور ہے۔

[اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ][2]

ترجمہ: (اجازت لینا نظر پڑجانیکی وجہ سے مشروع قرار دیا گیا ہے)

آج جب کہ گھر قریب قریب بنے ہوئے ہیں، عمارتیں باہم متصل تعمیر ہیں، کھڑکیاں اور دروازے آمنے سامنے بنے ہوئے ہیں لہٰذا پڑوسیوں کی بے پردگی کا احتمال اور امکان کافی بڑھ جاتا ہے، بہت سے لوگ نظریں جھکا کر نہیں چلتے بلکہ اوپر کے گھروں میں رہنے والے افراد بعض اوقات قصداً وعمداً اپنے گھروں کی کھڑکیوں اور چھتوں سے نیچے کے گھروں میں جھانکتے ہیں...... یہ زبردست خیانت ہے، پڑوسیوں کی عزت کی پامالی اور بے حرمتی ہے، اور حرام تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے، بلکہ اس تانک جھانک کے عمل سے بہت سے فتنوں اور بربادیوں نے جنم لیا ہے۔

اس معاملے کی خطورت وشدت کا یوں اندازہ کیجئے! کہ جھانکنے والے کی آنکھ کو پھوڑنے والے کو شریعت نے بےقصور قرار دے کر معاف کردیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] سورۂ نور: ۲۷۔

[2] بخاری مع الفتح ۱۱/ ۲۴۔

[مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ يَّفْقَؤُوْا عَيْنَهُ [وَفِيْ رِوَايَةٍ] فَفَقَؤُوْا عَيْنَهُ فَلاَ دِيَةَ لَهُ وَلاَ قِصَاصَ ][1]

ترجمہ: (جوشخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکے تو اس گھر والوں کے لئے اس کی آنکھ پھوڑنا حلال ہوجائیگی (اور ایک روایت کے الفاظ ہیں) اس کے گھر والوں نے اگر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کے لئے کوئی دیت یا قصاص نہیں ہے)

## تناجي اثنين دون الثالث اذا كانوا ثلاثة

### دو آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنا تیسرے شخص کو شامل کئے بغیر

یہ بھی مجلسوں کی ایک زبردست آفت ہے، اور شیطان کی اتباع کا راستہ ہے۔ اس عمل سے شیطان مسلمانوں میں تفریق کے بیج بوتا ہے، اور ان کے سینوں کو باہمی عداوتوں اور کینوں سے بھر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں اس مسئلہ کا حکم اور علت دونوں مذکور ہیں

[اِذَا كُنْتُمْ ثَلاَثَةً فَلاَ يَتَنَاجٰى رَجُلاَنِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ][2]

ترجمہ: (جب تم کسی مجلس میں تین افراد بیٹھے ہو تو دو آدمی تیسرے کو شامل کئے بغیر آپس میں سرگوشی نہ کریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمھارا آپس میں سرگوشیاں کرنا، اسے پریشانی میں مبتلا کردے گا، الا یہ کہ اور لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہوجاؤ)

واضح ہو کہ اگر کسی مجلس میں چار آدمی ہوں تو تین آدمیوں کا چوتھے کا چھوڑ کر آپس میں

[1] منداحمد ۲/۳۸۵ صحیح الجامع ۶۰۲۲۔

[2] بخاری مع الفتح ۱۱/۸۳۔



سرگوشیاں کرنا اسی طرح ناجائز ہوگا۔ اسی طرح اگر دو آدمی آپس میں کسی دوسری زبان میں گفتگو کررہے ہیں جو تیسرے کی سمجھ میں نہیں آرہی (تو یہ بھی سرگوشی کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے) بلاشبہ دو آدمیوں کا سرگوشی کرنے کا عمل تیسرے کی تحقیر وتذلیل کا باعث ہے، نیز اسے اس وہم میں ڈالنے کا باعث بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ بُرا ارادہ رکھتے ہیں، اس طرح کے اور بہت سے مفاسد ہوسکتے ہیں۔

## الاسبال في الثياب

### (ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا)

جن گناہوں کو لوگ معمولی قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ہیبت ناک ہیں، ان میں سے ایک گناہ اسبال ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اپنے لباس کو اتنا لمبا رکھنا کہ وہ ٹخنوں سے نیچے آجائے۔ کچھ لوگوں کا لباس تو زمین کو چھورہا ہوتا ہے، اور کچھ اپنے لباس کو پیچھے گھسیٹتے پھر رہے ہوتے ہیں۔

[عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ مرفوعاً "ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلاَ يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اَلْمُسْبِلُ [وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِزَارَهُ] وَالْمَنَّانُ [وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلَّذِيْ لاَ يُعْطِيْ شَيْئاً اِلاَّ مَنَّهُ] وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ][1]

ترجمہ: (ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے انسانوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کریگا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انہیں پاک کریگا، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ جو اپنا کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے، دوسرا

[1] مسلم ۱/۱۰۲۔

احسان جتلانے والا، جو کسی کو کوئی بھی چیز دے گا اس کا احسان ضرور جتلائے گا، تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سودا بیچتا ہے)

جو شخص کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا کپڑا لٹکانا تکبر کی بناء پر نہیں ہے، وہ خوامخواہ اپنے نفس کی پرہیز گاری جتلا رہا ہے، اس کا یہ تزکیہ جو وہ اپنے نفس کے لئے جاری کر رہا ہے غیر مقبول ہے، نبی ﷺ کی مذکورہ وعید ہر اس شخص کیلئے ہے جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے، خواہ اس کی نیت میں تکبر ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کے اس فرمان سے بھی واضح ہو رہا ہے

[مَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ][1]

ترجمہ: (ٹخنوں سے نیچے جو بھی لباس ہے وہ جہنم میں ہے)

ہاں اگر تکبر کی نیت سے کپڑا لٹکائے گا تو سزا مزید شدید اور ہیبتناک اور خطرناک ہو جائیگی ۔اور یہ بات نبی ﷺ کی اس حدیث میں وارد ہے:

[مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ][2]

ترجمہ: (جو شخص اپنا کپڑا تکبر کی بناء پر ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (شخص) کی طرف نہیں دیکھے گا)

ایسے شخص کو زیادہ عذاب اس لئے ہوگا کہ اس نے دو حرام کاموں کو جمع کر لیا ہے، ایک تکبر اور دوسرا کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔ اسبال کا عمل ہر قسم کے لباس کیلئے حرام ہوگا، اس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت ہے:

[1] مسند احمد ۶/ ۲۵۴ صحیح الجامع ۵۵۷۱۔

[2] صحیح بخاری ۳۴۶۵۔



[اَلْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ][1]

ترجمہ: (یعنی اسبال، تہبند، قمیص اور پگڑی ہر لباس میں حرام ہے، جو شخص ان میں سے کوئی چیز تکبر سے ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اللہ قیامت کے دن اس (شخص) کی طرف نہیں دیکھے گا)

عورت کیلئے ایک بالشت یا ایک ہاتھ کے بقدر اپنے لباس کو لٹکانا جائز اور مشروع ہے، تاکہ اس کے قدم پردے میں آجائیں، نیز اس احتیاط کے تحت بھی بعض اوقات ہوا سے کپڑے کے اٹھنے اور پنڈلی کے منکشف ہونے کا خدشہ پیدا ہوسکتا ہے (مگر افسوس آجکل پنڈلیاں ننگی رکھنا خواتین کا باقاعدہ فیشن بن چکا ہے) لیکن عورت کا حد سے زیادہ کپڑے کو لمبا رکھنا اور لٹکانا جائز نہیں ہے، جبکہ بعض دلہنوں کے لباس کئی کئی بالشت بلکہ کئی میٹر لمبے ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس کے چلنے کی صورت میں اس لباس کو پیچھے سے اٹھا کر چلا جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

## تحلی الرجال بالذهب علی أی صورة کانت

(مردوں کا (سونے کا) زیور پہننا، کسی بھی صورت میں)

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أُحِلَّ لِإِنَاثِ أُمَّتِي الْحَرِيرُ وَالذَّهَبُ وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا][2]

ترجمہ: (میری امت کی عورتوں کے لئے ریشم اور سونا حلال جبکہ مردوں پر حرام کر دیا گیا)

آج بازاروں میں سونے کی بہت سی مصنوعات دیکھنے میں آتی ہیں، جو خاص مردوں کے لئے تیار کی جاتی ہے، مثلاً: گھڑیاں، چشمے، بٹن، قلم، زنجیریں اور وہ چیز جسے گولڈ میڈل کا نام دیا

[1] ابوداؤد ۴/ ۳۵۳ صحیح الجامع ۲۷۷۰۔

[2] مسند احمد ۴/ ۳۹۳ صحیح الجامع ۲۰۷۔

جاتا ہے، یہ تمام چیزیں سونے کی مختلف کریٹس سے تیار ہوکر مردوں کے لئے دستیاب ہوتی ہیں، اگر مکمل سونے کی نہ ہوتو ان پر پوری طرح سونے کا پانی چڑھا ہوا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک بدترین اور ناپسندیدہ چیز بعض انعامی مقابلوں میں مردوں کے لئے یہ اعلان ہے، ''آپکو سونے کی مردانہ گھڑی بطور انعام دی جارہی ہے''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ:

[ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَاٰی خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ ،فَطَرَحَهٗ فَقَالَ : يَعْمِدُ أَحَدُ كُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَا رٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ ؟فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ .خُذْ خَا تَمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَ :لاَ وَاللهِ لاَآخُذُهٗ اَبَداً وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللهِ][1]

ترجمہ: (رسول اللہ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے وہ اتاری اور پھینک دی پھر فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کا انگارہ لے کر ہاتھ میں پہن لیتا ہے؟ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو کسی نے اس شخص سے کہا: تم اپنی انگوٹھی لے لو اور اس سے فائدہ اٹھالو! تو اس شخص نے جواب دیا: جس چیز کو آپ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں اسے بالکل نہیں اٹھاؤں گا)

## لبس القصیر والرقیق والضیق من الثیاب للنساء

### (عورتوں کا چھوٹے، باریک اور تنگ کپڑے پہننا)

آج کے دور میں ہمارے دشمنوں نے ہمارے خلاف بہت سے محاذِ جنگ کھول رکھے ہیں، ان میں سے ایک محاذ کپڑوں کے نت نئے فیشنوں اور ڈیزائنوں کا ہے، جنہیں مسلم معاشرے

[1] صحیح مسلم ۳/۱۶۵۵۔



میں تمام تر وسائل کو بروئے کار لاکر رائج کیا جارہا ہے، یہ لباس چھوٹا ہونے یا باریک وشفاف ہونے یا تنگ ہونے کے باعث بے پردگی وحیاسوزی کا مرقع ہوتے ہیں، ان میں سے بہت سے ایسے لباس بھی ہیں، جنہیں اگر ایک عورت، عورتوں کے درمیان یا محرم مردوں کے سامنے پہنے تو اس کا یہ عمل ناجائز اور حرام ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے کی عورتوں پر اس قسم کے لباس ظاہر ہونے کی پشین گوئی فرمائی ہے، چنانچہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا : قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَاالنَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَا ئِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَايَدْخُلْنَ ا لْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا ][1]

ترجمہ: (میری امت کے دو قسم کے افراد ایسے ہیں جنہیں میں ابھی تک نہیں دیکھ سکا (یعنی وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے) ایک وہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جنہیں وہ لوگوں پر برسایا کریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جو لباس تو زیب تن کی ہونگی لیکن ننگی ہوں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیں اور خود مردوں کی طرف مائل ہونے والیں، ان کے سر لمبی گردنوں والی اونٹنیوں کی کہانوں کے مانند ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو سالہا سال کی مسافت کی دوری سے محسوس ہوجائیگی)

ان حرام لباسوں میں بعض عورتوں کا وہ لباس بھی شامل اور داخل ہے جو نیچے سے (دائیں

[1] صحیح مسلم ۳/۱۶۸۰۔

اور بائیں سائیڈ سے ) لمبا کٹا ہوتا ہے، یا اس کے مختلف سائیڈوں میں کئی سوراخ ہوتے ہیں ، جب وہ عورت اس قسم کا لباس پہن کر بیٹھتی ہے، تو اس کے جسم کے خفیہ حصے نمایاں ہوجاتے ہیں ، پھر اس قسم کے لباسوں میں کفار کی مشابہت اور ان کے فیشنوں اور ڈیزائنوں اور ان کے نت نئے نکالے ہوئے بدنما اور رکیک لباسوں میں ان کی پیروی لازم آتی ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک انتہائی خطرناک چیز بعض لباسوں پر بنی ہوئی گندی تصاویر ہیں ، مثلاً: گلوکاروں کی تصویریں، موسیقی کے گروپوں کی تصویریں، شراب کے جاموں کی تصویریں ، ذی روح اشیاء کی تصویریں جو شرعاً حرام ہیں ، یا صلیبیں، مختلف کلبوں اور خبیث تنظیموں کے نشانات، یا انتہائی گندی عبارتیں جو انسانی شرف وعفت و پاکدامنی کے منافی ہوتی ہیں، یہ عبارتیں مختلف اجنبی زبانوں میں تحریر ہوتی ہیں۔

## وصل الشعر بشعر مستعار لآدمی أو لغيره للرجال والنساء

**(مردوں یا عورتوں کا اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال جوڑنا)**

[عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِي اِبْنَةً عَرِيْسًا أَصَابَتْهَا حَصْبَةٌ فَتَمَرَّقَ [أَيْ تَسَاقَطَ] شَعْرُهَا أَفَأَصِلُهُ؟ فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ][1]

ترجمہ: (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ میری بیٹی دلہن بنی ہے، اسے حصبة (ایک مرض) لاحق ہوا ہے

[1] صحیح مسلم ۳/۱۶۷۶۔



جس سے اس کے سر کے تمام بال گر گئے کیا میں اس کے سر پر مصنوعی بال لگوادوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت برسائی ہے )

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

[ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَصِلَ الْمَرْأَةُ بِرَأْسِهَا شَيْئًا ][1]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے عورت کو سختی سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے سر کے ساتھ کوئی بال لگائے)

آج ہمارے معاشرے میں اس قسم کی ایک چیز باروکہ (وگ) مروج ہے، جبکہ مصنوعی بال لگانے والی عورتیں اس دور میں (کوافیرات) کے نام سے پہچانی جاتی ہیں، ان عورتوں کے بیوٹی پارلر اور بھی بہت سے منکرات سے بھرے ہوتے ہیں، اس حرام عمل کے زمرے میں ان اداکاروں یا اداکاراؤں کا وہ گھناؤنا کردار بھی آتا ہے، جو وہ ڈرامے یا سٹیج شو کے دوران مصنوعی بال لگا کر اپنا فن پیش کرتے ہیں۔

## تشبه الرجال بالنساء والنساء بالرجال في اللباس أو الكلام أو الهيئة

**(مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے لباس، گفتگو، یا ہیئت کذائی میں تشبیہ اختیار کرنا)**

جس امرِ فطرت کو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد اپنی مردانگی کی حفاظت کرے جس پر اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، جبکہ عورت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اپنی نسوانیت کی حفاظت کرے۔ اس کے بغیر لوگوں کی زندگی کا

[1] صحیح مسلم ۳/۱۶۷۹۔

صلاح واستقامت پر قائم رہنا ناممکن ہے۔ جبکہ مردوں کا عورتوں کی، اور عورتوں کا مردوں کی تشبیہ اختیار کرنا فطرت کی مخالفت میں شمار ہوتا ہے !اس سے فتنہ و فساد کے دروازے کھلتے، اور معاشرے میں ناتوانی اور عدم استحکام رواج پانے کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، یہ گھناؤنا کردار شرعا حرام ہے، اور ظاہر ہے جو عمل شرعی نصوص میں لعنت اور پھٹکار کا موجب ہو اس کا ارتکاب حرام ہی ہوگا، اور وہ عمل کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شامل ہوگا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

[لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ ][1]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ][2]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر جو مخنث بنے اور ان عورتوں پر جو مرد بننے کی کوشش کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے)

یہ مشابہت حرکات وسکنات میں بھی ہوسکتی ہے اور چال ڈھال اور گفتگو کے انداز میں بھی، نیز یہ مشابہت لباس کے اندر بھی ممکن ہے، چنانچہ مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہار، کنگن، پازیب، یا کانوں کی بالیوں میں سے کوئی چیز استعمال کرے، جیسا کہ چھچھ ٹائپ کے مردوں اور

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/۳۳۲۔
[2] بخاری مع الفتح ۱۰/۳۳۳۔



گھٹیا قسم کے بچکانہ عقل کے لوگوں میں ان چیزوں کا اکثر استعمال دکھائی دیتا ہے، اسی طرح عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسا لباس زیب تن کرے جو مردوں کے لئے مخصوص ہے، بلکہ ضروری ہے کہ عورت کا لباس، ڈیزائن اور سلائی میں مردوں کے لباس سے مختلف ہو، دونوں جنسوں کی لباس کے مختلف ہونے کی دلیل ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل مرفوع حدیث ہے:

[لَعَنَ اللّٰهُ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لُبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لُبْسَةَ الرَّجُلِ][1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے اس مرد پہ لعنت کی جو عورتوں والا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی لعنت کی جو مردوں والا لباس پہنتی ہے)

## صبغ الشعر بالسواد

### (بالوں میں سیاہ خضاب لگانا)

سیاہ خضاب کے بارہ میں صحیح قول یہی ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں اسکی زبردست وعید موجود ہے:

[يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ][2]

ترجمہ: (آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جو کالے رنگ کا خضاب استعمال کرینگے جس کی کیفیت کبوتر کے پیٹ کی مانند ہوگی، یہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکیں گے)

بہت سے وہ لوگ جن کے سفید بال نمودار ہوجاتے ہیں، ان میں سیاہ خضاب کے استعمال کا عمل پھیلتا جارہا ہے، چنانچہ وہ اپنے بالوں کی سفیدی کو سیاہ رنگ سے تبدیل کر لیتے ہیں، جس

[1] ابوداود ۴/۳۵۵۔
[2] ابوداود ۴/۴۱۹ صحیح الجامع ۸۱۵۳ (والنسائی باسناد صحیح)۔

سے بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دھوکہ دینا، اور اپنے آپ کو ایک ایسی حالت میں ظاہر کر کے جھوٹی تسلی دینا جو در حقیقت موجود نہیں ہے۔ بلا شبہ شخصی طرزِ عمل پر اس فعل بد کے بڑے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ یہ عمل فریب کاری کے سوا کچھ نہیں، جبکہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنے سفید بالوں پر حناء (مہندی) کا استعمال کرتے تھے جسکا رنگ زرد یا سرخ یا براؤن ہوتا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ کو جب فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، جبکہ ان کا سر اور داڑھی شدت بیاض کی وجہ سے ثغامہ بوٹی معلوم ہو رہا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

[غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ] [1]

ترجمہ: (بالوں کی اس سفیدی کو بدلو اور سیاہ رنگ کے استعمال سے بچو)

عورت کے حوالہ سے، صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ وہ اس معاملہ میں مرد کی طرح ہے یعنی وہ اپنے بالوں پر سیاہ خضاب استعمال نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم

## تصوير ما فيه روح في الثياب والجدران والورق ونحو ذلك

### کپڑوں، دیواروں اور کاغذوں وغیرہ میں ذی روح چیزوں کی تصویریں بنانا

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ] [2]

ترجمہ: (قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا)

[1] صحیح مسلم ۳/ ۱۶۶۳۔

[2] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۳۸۲۔



اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

[وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً...] [1]

ترجمہ: (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو تصویر کشی کر کے میری صفتِ تخلیق کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان سے کہو ذرا ایک دانہ اناج یا ایک ذرہ بنا کر دکھاؤ)

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُ فِي جَهَنَّمَ] [2]

ترجمہ: (ہر تصویر بنانے والا (مصور) جہنمی ہے، اس نے جتنی بھی تصویریں بنائی ہونگی، اللہ تعالیٰ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کی جگہ اسکا ایک نفس بنائے گا، پھر ان تمام نفوس کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لازمی تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو درخت کی بنالو یا کسی ایسی چیز کی جس میں روح نہ ہو۔

یہ تمام احادیث ہر ذی روح خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار کی تصویر کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں، خواہ وہ تصویریں چھپی ہوئی ہوں یا قلم وغیرہ سے بنائی گئی ہوں یا کسی چیز میں کھدائی کر کے بنائی گئی ہوں یا نقش کی گئی ہوں یا تراشی گئی ہوں یا کسی قالب میں ڈھالی گئی ہوں، سب حرام ہیں اور مذکورہ احادیث بیانِ حرمت میں ان تمام قسم کی تصویروں کو شامل ہیں

ایک مسلمان شرعی نصوص کے سامنے اپنے آپ کو جھکا لیتا ہے، اور جھگڑا کرتے ہوئے یوں نہیں کہتا کہ میں ان تصویروں کی عبادت تو نہیں کرتا، میں ان تصویروں کو سجدہ تو نہیں کرتا۔ (اس

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۳۸۵۔

[2] صحیح مسلم ۳/ ۱۶۷۱۔

قسم کی باتیں عذرِ لنگ کے سوا کچھ نہیں)

ہمارے اس دور میں تصویروں کے پھیلنے سے جو مفاسد اور بگاڑ پیدا ہوئے ہیں ، کوئی سمجھدار انسان اگر ان میں سے ایک بگاڑ کو بصیرت وتأمل کی نظروں سے دیکھ لے تو اسے وہ حکمت سمجھ میں آسکتی ہے، جو تصویروں کو حرام کرنے کے سلسلہ میں شریعت کے پیشِ نظر ہے۔ وہ بگاڑ یہ ہے کہ یہ تصویریں لوگوں اور (بالخصوص نوجوانوں) میں کس حد تک پلید خیالات اور نجس قسم کی شہوتوں کے پیدا کرنے اور ابھارنے کا سبب بن چکی ہیں ، بلکہ بڑی بھیانک قسم کے فواحش ومنکرات کے ارتکاب کا سبب بن چکی ہیں۔

ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں ذی روح چیزوں کی تصویریں رکھنے اور محفوظ کرنے سے قطعی باز رہے، کیونکہ یہ تصویریں گھروں میں فرشتوں کا داخلہ روکتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتاً فِیْہِ کَلْبٌ وَلَا تَصَاوِیْرُ][1]

ترجمہ: (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں)

بعض گھروں میں تو کفار کے معبودوں کی مورتیاں تک موجود ہوتی ہیں جو انہیں بطورِ تحفہ کہیں سے حاصل ہوئیں، یا پھر شوپیس کے طور پر رکھی ہوتی ہیں اس قسم کی تصاویر کی حرمت ہر تصویر سے زیادہ سخت اور قابلِ نکیر ہے، اسی طرح گھروں میں یا دفتروں وغیرہ میں جو تصویریں دیواروں کے ساتھ معلق ہوتی ہیں وہ غیر معلق تصویروں سے زیادہ خطرناک ہیں ( کیونکہ تصویروں کو یوں لٹکانا ایک حرام عمل کی مستقل نمائش ہے)

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۳۸۰۔



پھر ان لٹکی ہوئی تصاویر کو بار بار دیکھنے سے تعظیم کے کس قدر جذبات پیدا ہوتے ہیں، کتنے غم تازہ ہوتے ہیں، کتنوں کے سر فخر سے تن جاتے ہیں۔ یہ مت کہیئے کہ تصویریں لٹکا کر رکھنے کا یہ عمل محض متوفی کی یادگیری کے لئے ہے، اعزاء واقرباء کی اصل یاد تو دل میں ہوتی ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے لئے رحمت ومغفرت کی دعائیں نکلتی رہیں (یادگیری کا یہ طریقہ اللہ عزوجل کی عین رضا ہے جبکہ تمہارا تصویریں لٹکانے کا طریقہ شیطانِ لعین کو خوش کرنے کے سوا کچھ نہیں) لہٰذا گھر میں موجود ہر تصویر کو نکال باہر کرنا یا کم ازکم اس کا مٹادینا ضروری ہے، البتہ اگر کسی تصویر کا نکالنا یا مٹادینا مشکل ہو تو پھر انہیں رکھنے کے جواز کی کوئی صورت بن جاتی ہے، مثلاً: عموم بلوی کے تحت ضرورت کی چیزوں کے ڈبوں وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں یا وہ تصویریں جو بغرض فائدہ قوامیس (ڈکشنریز) یا دیگر کتب میں بنی ہوتی ہیں، بہرحال یہاں بھی جس قدر ہو سکے تصویروں کے ازالے کی کوشش میں لگا رہے، اور ان ڈبوں یا کتب وغیرہ میں اگر ایسی تصاویر ہوں جو بے حیائی کے گند کی آئینہ دار ہوں تو ان سے بچاؤ اور احتیاط بہت ضروری ہے۔

بعض تصاویر کی حفاظت عہدِ حاضر کی ضرورت بن چکی ہے ان کی حفاظت میں کوئی حرج نہیں ہوگا، مثلاً: شخصی اثباتات، دستاویزات (جیسے پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ) بعض اہلِ علم نے ایسی تصاویر کا استعمال درست قرار دیا ہے جو مسلسل و مستقل قدموں تلے روندے جانے کے باعث اہانت کا نشانہ بنی ہوتی ہیں۔ بہرحال فرمانِ الٰہی:

[فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ][1]

(پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو) ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیئے۔

[1] سورۃ تغابن:۱۶۔

## الکذب فی المنام
**(خواب بیان کرنے میں جھوٹ بولنا)**

بعض لوگ عمداً جھوٹے خواب گھڑنے اور بیان کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، اس میں ان کے پیشِ نظر کئی مقاصد ہوتے ہیں۔ مثلاً:

☆ فضیلت اور شہرت کا حصول

☆ مالی فوائد کا سمیٹنا

☆ کسی سے کوئی عداوت ہے تو اسے جھوٹا خواب سنا کر بتلائے خوف کرنا وغیرہ۔

چنانچہ بہت سے سادہ لوح لوگ عالمِ خواب سے اپنے تعلق شدید اور ضعفِ اعتقادی کے باعث ان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔

حدیث میں جھوٹا خواب بیان کرنے والے کے لئے بڑی شدید وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرِیِّ أَنْ یَدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، أَوْ یُرِیَ عَیْنَهُ مَا لَمْ تَرَ وَیَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، مَا لَمْ یَقُلْ][1]

ترجمہ: (سب سے بڑے جھوٹ "یہ تین ہیں" ایک یہ کہ آدمی اپنے اصل باپ کی بجائے دوسرے کی طرف منسوب ہو، دوسرا یہ کہ آدمی اپنی آنکھ کو وہ چیز دکھائے جو اس نے دیکھی نہیں (یعنی جھوٹا خواب) تیسرا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہی نہیں)

---

[1] بخاری مع الفتح ۶/ ۵۴۰۔



نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ یَرَهُ کُلِّفَ أَنْ یَعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ وَلَنْ یَّفْعَلَ۔۔۔][1]

ترجمہ: (جس نے جھوٹا خواب بیان کیا، جو اس نے دیکھا ہی نہیں، اسے قیامت کے دن جو میں گرہ لگانے پر مکلف کیا جائیگا، اور یہ کام وہ ہرگز نہیں کر سکے گا)

جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانا مستحیل و ناممکن ہے تو اسکی یہ سزا اس کے عمل کی جنس سے ہے۔

## الجلوس علی القبر والوطء علیه وقضاء الحاجة فی المقابر
**(قبر پر بیٹھنا، قبر کو روندنا، اور قبرستان میں قضائے حاجت کرنا)**

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[لَأَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَهُ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ][2]

ترجمہ: (کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے جو اس کے کپڑوں کو جلاتا ہوا کھال تک جا پہنچے تو یہ اس کیلئے کسی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے)

جہاں تک قبروں کو روندنے کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ اس قبیح حرکت کا ارتکاب کرتے ہیں، چنانچہ جب وہ اپنی کسی میت کو دفن کرنے آتے ہیں تو آس پاس کی قبروں کو روندنے سے گریز نہیں کرتے، اور بعض اوقات جوتوں سمیت روندتے ہیں اور قبروں میں مدفون میتوں کا احترام نہیں کرتے۔

---

[1] بخاری مع الفتح ۱۲/ ۴۲۷۔

[2] صحیح مسلم ۲/ ۶۶۷۔

اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[ لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ أَوْ سَيْفٍ أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ۔۔۔۔۔ ][1]

ترجمہ: (میں آگ کے انگاروں یا تلوار کی دھار پر چلوں یا اپنے جوتے کو پاؤں کے ساتھ سی لوں یہ سب کچھ میرے لئے کسی مسلمان کی قبر پر چلنے سے بہتر ہے)

تو پھر ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جو قبرستان کی زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں، اور اس پر تجارتی یا رہائشی پروجیکٹ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

جہاں تک قبرستان میں قضائے حاجت کا تعلق ہے تو یہ گندا کام بھی بہت سے بدنصیب لوگ کرتے ہیں، چنانچہ جب بھی انہیں قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے قبرستان کی دیوار پھلانگ کر یا (دروازے کے ذریعہ) داخل ہو کر قبرستان کی میتوں کو اپنی نجاست و تعفن سے تکلیف دینے بیٹھ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال سے متعلق فرمایا ہے:

[ وَمَا أُبَالِي أَوْسَطَ الْقَبْرِ قَضَيْتُ حَاجَتِي أَوْ وَسَطَ السُّوقِ ][2]

ترجمہ: (میرا اس طرح قضاء حاجت کرنا قبروں کے درمیان ہے یا بازار کے وسط میں)

یعنی قبرستان میں قضاء حاجت کرنا اتنا ہی برا ہے جتنا بھرے بازار میں لوگوں کے بیچ شرمگاہ کھول کر کرنا برا ہے۔

جو لوگ قبرستان میں اپنا کچرا پھینکتے ہیں (بالخصوص ایسے قبرستانوں میں جو پرانے ہونیکی وجہ سے متروک ہو چکے ہیں یا انکی دیواریں شکستہ ہو چکی ہیں) تو یہ لوگ بھی کچھ نہ کچھ مذکورہ وعید

[1] ابن ماجہ ۱/۴۹۹ صحیح الجامع ۵۰۳۸۔
[2] ابن ماجہ ۱/۴۹۹ صحیح الجامع ۵۰۳۸۔



میں شریک ہیں، قبرستان کی زیارت کیلئے یہ بات بھی شرعی آداب میں شامل ہے کہ قبروں کے درمیان چلنے کی صورت میں جوتے اتار دیئے جائیں۔

## عدم الاستتار من البول

### (پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا)

شریعت کے محاسن میں یہ بات داخل ہے کہ اس نے ہر وہ چیز کہ جو انسان کی حالت سنوارنے کا باعث ہو، بتائی ہے۔ اُن میں سے ایک چیز نجاست کو دور کرنا بھی ہے، اس مقصد کے لئے شریعت نے پانی یا ڈھیلے سے استنجاء کرنا مشروع قرار دیا ہے، اور اس کے ذریعے صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی کیفیت اور طریقہ بھی سمجھا دیا ہے۔

بعض لوگ نجاست دور کرنے کے معاملے میں تساھل برتتے ہیں، جسکی وجہ سے ان کا کپڑا یا جسم ناپاک رہتے ہیں اور نتیجۃً ان کی نماز کبھی صحیح نہیں ہو پاتی۔ نبی ﷺ نے استنجاء کی اس کوتاہی کو عذاب قبر کا ایک سبب بتلایا ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مدینہ منورہ کے ایک باغ کے پاس سے گزرے، اچانک آپ ﷺ نے دو انسانوں کی چیخ و پکار سنی جنہیں قبر میں عذاب دیا جارہا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى [ وَفِي رِوَايَةٍ : وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ ] كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ۔۔۔۔۔ ][1]

ترجمہ: (ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اور انہیں کسی بڑے گناہ کی بناء پر عذاب نہیں دیا جارہا۔ پھر فرمایا کیوں نہیں، (وہ گناہ تو کبیرہ ہیں) ان میں سے ایک شخص اپنے پیشاب سے

[1] بخاری مع الفتح ۱/۳۱۷۔

نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلخور تھا)

پیشاب سے بداحتیاطی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بندہ پوری طرح پیشاب ختم ہونے سے قبل اٹھ جائے یا ایسے طریقے یا ایسی جگہ پر پیشاب کرے جہاں پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر اس پر پڑ رہی ہیں، یا پانی یا ڈھیلے سے استنجاء نہ کرے، یا استنجاء تو کرے لیکن اس میں کوتاہی کا ارتکاب کرے۔

آج ہمارے دور میں کفار سے مشابہت کا معاملہ اس قدر سنگین ہو چکا ہے کہ بیت الخلاؤں میں پیشاب کرنے کی جگہیں کھلے عام دیواروں میں نصب ہوتی ہیں، اور بے شرم لوگ ان پر کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کے سامنے پیشاب کر رہے ہوتے ہیں پھر اپنا کپڑا اوپر اٹھا کر نجاست سمیت پہن لیتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ دو انتہائی قبیح قسم کے فعل کر جاتے ہیں، ایک شرم گاہ کو کھلے عام کھولنا، دوسرا پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے کا بدترین مظاہرہ۔

## السمع الی حدیث قوم وهم له کارهون
(لوگوں کی باتیں سننے کی کوشش کرنا حالانکہ وہ اسے ناپسند سمجھتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلَا تَجَسَّسُوا][1]

ترجمہ: (اور تم جاسوسی نہ کرو)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ صُبَّ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔۔۔۔۔][2]

[1] سورۂ حجرات: ۱۲۔

[2] طبرانی کبیر ۱۱/۲۴۸-۲۴۹ صحیح الجامع ۶۰۰۴ (صحیح البخاری)۔



ترجمہ: (جو شخص لوگوں کی باتیں سننے کی کوشش کرے حالانکہ وہ اسے برا سمجھتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں گرم پگھلا ہوا تانبہ ڈالا جائیگا۔)

اور اگر وہ ان کی لاعلمی میں ان کی باتیں سن کر آگے کسی سے بیان بھی کرتا ہے، تاکہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکے تو وہ جاسوسی کے گناہ کے ساتھ ایک اور گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے جس گناہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث میں ذکر ہے

[لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ][1]

ترجمہ: (چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوسکتا)

## سوء الجوار
(پڑوسیوں سے بدسلوکی)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں پڑوسیوں سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

[وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝٣٦][2]

ترجمہ: (اور اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/۴۷۲۔

[2] سورۂ نساء: ۳۶۔



اوراجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام، کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں کرتا)

پڑوسی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اس کا حق بہت بڑا ہے۔

ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ ،وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ ،وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ ، قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ][1]

ترجمہ: (اللہ کی قسم مؤمن نہیں ہوسکتا ! اللہ کی قسم مؤمن نہیں ہوسکتا ! اللہ کی قسم مؤمن نہیں ہوسکتا ! پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون؟ فرمایا: جس کی تکلیفوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسی کی اچھی تعریف یا بُری تعریف کو حسن سلوک یا بدسلوکی کا معیار قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا أَحْسَنْتُ أَوْ اِذَا أَسَأْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم : اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ: قَدْأَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ، وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ : قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ ][2]

ترجمہ: (ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیسے اندازہ ہو کہ میں پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کررہا ہوں یا بُرا سلوک کررہا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتا ہوا سنو کہ تم نے اچھا کیا، تو تم نے اچھا سلوک کیا، اور جب تمہارے پڑوسی یوں کہیں کہ تم نے بُرا کیا، تو پھر تم نے بُرا سلوک کیا ہے)

---

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/ ۴۴۳۔

[2] مسند احمد ۱/ ۴۰۲ صحیح الجامع ۶۲۳۔



پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی بہت سے صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ وہ مشترکہ دیوار میں لکڑی (یا کیل) گاڑنا چاہتا ہے اپنی کسی ضرورت کے لیئے اور آپ اسے روک دیں۔ دوسرا یہ کہ آپ اسی مشترکہ دیوار کو اسکی اجازت کے بغیر اتنا اونچا اٹھادیں، کہ اس تک دھوپ یا ہوا کا پہنچنا بند ہوجائے، یا اپنے گھر کی کھڑکیاں اس کے گھر کی طرف کھولنا اور ان کے ذریعے جھانکنا جس سے اس کے پردے کا معاملہ مکشوف ہوجائے، یا پریشان کن شور شرابے سے اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرنا، مثلاً: اس کے دروازے کو بجانا یا اس کی نیند اور راحت کے اوقات میں چیخنا وغیرہ یا اس کے بچوں کو مارنا، یا اسکے دروازے کے سامنے کچرا وغیرہ پھینکنا۔

اگر بدسلوکی کی نوعیت ایسی ہو جس سے پڑوسی کا کوئی حق مجروح ہو رہا ہے، تو وہ بدسلوکی بہت بڑے گناہ کی موجب ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[لَأَنْ يَّزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهٖ ---- لَأَنْ يَسْرِقَ الرَّجُلُ مِنْ عَشْرِ اَبْيَاتٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَّسْرِقَ مِنْ بَيْتِ جَارِهٖ ][1]

ترجمہ: (کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کے لئے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے ہلکا جرم ہے، اور کوئی شخص دس گھروں سے چوری کرے تو یہ پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے کی بہ نسبت ہلکا گناہ ہے)

کچھ خائن قسم کے لوگ اپنے پڑوسی کہ جس کی متعدد بیویاں اور گھر ہیں، اور انکی باریوں کی وجہ سے گھر سے غائب رہنے کی صورت میں اس کے گھر میں داخل ہوکر برائی کا ارتکاب کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی بربادی طے شدہ ہے۔

---

[1] الادب المفرد ۱۰۳ السلسلۃ الصحیحۃ ۶۵۔

## المضارۃ فی الوصیة

### (وصیت میں نقصان پہنچانا)

شریعت کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ نہ تو اپنے لئے نقصان قبول کرو نہ کسی دوسرے کو نقصان دو۔ نقصان پہنچانے کی ایک واضح مثال شرعی وارثوں کو نقصان پہنچانے کی ہے، خواہ تمام وارثوں کو یا بعض کو۔ جو اس طرح کی حرکت کا ارتکاب کریگا تو وہ نبی ﷺ کی اس تہدید کا مستحق ہے:

[مَنْ ضَارَّ أَضَرَّ اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ] [1]

ترجمہ: (جو کسی بھائی کو نقصان پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا، جو کسی بھائی پر مشقت ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اس پر مشقت ڈال دیگا)

وصیت میں نقصان پہنچانے کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی وارث کو اس کے شرعی حق سے محروم کر دیا جائے، یا کسی وارث کے حق میں اس کے شرعی حصہ سے بڑھ کر وصیت کر دے، یا ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کر جائے۔ جن ممالک میں لوگ شرعی قضاء کی حاکمیت قبول نہیں کرتے وہاں صاحبِ حق کو اپنا حق وصول کرنا خاصہ دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے، حالانکہ اسکا وہ حق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے، مگر رائج عدالتیں جو شریعت کے برخلاف وضعی قوانین کے ذریعے فیصلے صادر کر دیتی ہیں اس ظالمانہ وصیت کو جو وکیل کے پاس تحریری شکل میں موجود ہوتی ہے، نافذ کرنے کا حکم دے دیتی ہیں (یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ وصیت شریعت کے خلاف ہے)

پس ان کے ہاتھ جو فیصلے تحریر کرتے ہیں ان کے بدلے ان کیلئے جہنم کی بربادی ہو، اور یہ فیصلے صادر کرکے، جو کچھ وہ کماتے ہیں اس کے بدلے ان کے لئے جہنم کی بربادی ہو۔

[1] مسند احمد ۳/۴۵۳ صحیح الجامع ۶۳۴۸۔



## اللعب با النرد

### (نرد (چوسر) کا کھیل)

لوگوں میں مروج اور مستعمل بہت سے کھیل کئی حرام امور پر مشتمل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کھیل نرد ہے جسے (الزھر) بھی کہتے ہیں۔ اس کھیل میں ٹیبل وغیرہ کی طرح کے دیگر کھیلوں کی طرح شفٹنگ کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے، نبی ﷺ نے نردوں کے کھیل سے ڈرایا کہ یہ کھیل جوئے کا دروازہ کھولتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيْرَ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ] [1]

ترجمہ: (نرد کھیلنے والا اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ رہا ہے)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ] [2]

ترجمہ: (جو کوئی نرد کا کھیل کھیلے گا اس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی)

## لعن المؤمن ولعن من لا یستحق اللعن

### (مؤمن پر لعنت کرنا اور اس شخص پر لعنت کرنا جو لعنت کا مستحق نہ ہو)

بہت سے لوگ غصہ کے وقت اپنی زبانوں پر کنٹرول نہیں کر پاتے، اور بہت جلد لعنت وملامت کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں، چنانچہ انسانوں، چوپایوں، جمادات، دنوں اور گھڑیوں بلکہ بعض اوقات اپنے آپ پر اور اپنے بچوں تک پر لعنتیں بھیج ڈالتے ہیں۔ بیوی شوہر پر اور شوہر

[1] صحیح مسلم ۴/۱۷۷۰۔

[2] مسند احمد ۴/۳۹۴ صحیح الجامع ۶۵۰۵۔

بیوی پر لعنتیں کرتا ہے۔

لعن وطعن کا یہ معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے، چنانچہ ابوزید ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۔۔۔وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِناً فَهُوَ كَقَتْلِهِ] [1]

ترجمہ: (جس نے کسی مؤمن کو لعنت دی تو وہ اسے قتل کرنے کے مانند ہے)

لعن وطعن کا معاملہ چونکہ خواتین میں زیادہ ہوتا ہے، اس لئے نبی ﷺ نے اسے خواتین کے جہنم میں داخلے کا بہت بڑا سبب قرار دیا ہے۔ اسی طرح زیادہ لعنتیں برسانے والے قیامت کے دن شفاعت نہیں کرسکیں گے۔

اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے بھائی پر ظلماً لعنت کرنے کی زیادتی کی تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئیگی، گویا اس شخص نے اپنے آپ ہی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارے جانیکی بددعا دے ڈالی۔

## النیاحۃ

### (نوحہ کرنا)

عورتوں کا میت پر بلند آواز سے چیخنا، چلانا، رونا دھونا، رخساروں کو پیٹنا، دامن کو پھاڑنا، بالوں کو منڈوانا، کٹوانا، یا باندھنا یہ سب بڑے گناہ شمار ہوتے ہیں، یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر عدم رضا اور مصیبت پر عدم صبر کی دلیل ہیں، نبی ﷺ نے اس قسم کے کام کرنے والی عورت پر لعنت برسائی ہے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/۴۶۵۔



[لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ] [1]

ترجمہ: ("مصیبت کے وقت" چہرہ نوچنے والی، دامن پھاڑنے والی، اور بربادی اور موت کو پکارنے والی پر (اللہ نے) لعنت برسائی ہے)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ] [2]

ترجمہ: (جس نے "مصیبت پر" رخسار پیٹے، گریبان چاک کئے اور جاہلیت کی پکار پکاری وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

[اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ] [3]

ترجمہ: (نوحہ کرنیوالی اگر موت سے قبل توبہ نہیں کرتی تو اسے قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائیگا کہ اس پر تارکول کا کرتا اور خارش کی قمیص ہوگی)

## ضرب الوجه والوسم في الوجه

### (چہرے کو مارنا، اور چہرے کو داغنا)

عن جابر [نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ] [4]

[1] ابن ماجہ ۱/۵۰۵ صحیح الجامع ۵۰۶۸۔
[2] بخاری مع الفتح ۳/۱۶۳۔
[3] صحیح مسلم ۹۳۴۔
[4] صحیح مسلم ۳/۱۶۷۳۔

ترجمہ: (جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے کو مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا)

جہاں تک چہرے کو مارنے کا تعلق ہے تو بہت سے والدین اور اسکول ٹیچر بچوں کو سزا دیتے ہوئے ان کے چہروں پر تھپڑ رسید کرتے ہیں، یہی سلوک بعض لوگ اپنے نوکروں کے ساتھ روا رکھتے ہیں، اس طریقہ کی سزا میں چہرے کی تذلیل واہانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو انسان کے چہرے کو عزت وتکریم بخشی ہے، چہرے پر مارنے سے چہرے میں موجود حواس واعضاء میں سے کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی موجود ہوتا ہے جو بعد میں ندامت اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں اور بعض اوقات نوبت قصاص اور بدلے کے مطالبے تک پہنچتی ہے۔

جہاں تک چہرے کو داغنے کا تعلق ہے، تو یہ چیز جانوروں کے چہروں کے ساتھ مروج ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ان کے چہروں پر آگ سے ایک منفرد اور ممیز نشان لگادیا جاتا ہے، تاکہ انسان باآسانی اپنے جانوروں کو پہچان لے، یا گم ہونے کی صورت میں اسکے خصوصی نشان کو پہچان کر اسکا جانور اسکو لوٹا دیا جائے۔ یہ عمل بھی حرام ہے اس میں بندہ جانور کو تکلیف دینے اور اسکے چہرے کو بگاڑنے کی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ نشان ہمارے قبیلے کا عرف اور ہماری مخصوص نشانی ہے تو اسے کہا جائے کہ یہ مخصوص نشان اگر ضروری ہے تو چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ لگالی جائے۔



## هجر المسلم فوق ثلاثة أيام دون سبب شرعي

**(تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو بلا عذر شرعی چھوڑ دینا)**

مسلمان کے مابین قطع تعلق اور بگاڑ پیدا کرنا شیطان کا اہم ترین منصوبہ ہے۔

بہت سے لوگ جو شیطانی قدموں کے پیروکار ہیں، اپنے مسلمان بھائیوں سے ہجر اور کنارہ کشی اختیار کر بیٹھتے ہیں، جس کے اسباب بھی غیر شرعی ہوتے ہیں، مثلاً: مالی اختلاف یا کوئی دیگر ہلکی اور گھٹیا سی بات۔

بعض اوقات رنجشوں کا سلسلہ ایک عرصہ قائم رہتا ہے، بلکہ کچھ لوگ تو اپنے بھائی سے بات نہ کرنے اور کبھی اس کے گھر نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں، کبھی اسے راہ چلتے دیکھ لیں تو منہ موڑ لیتے ہیں، وہ بھائی کسی مجلس میں بیٹھا ہو تو اس سے قبل اور بعد والے سے مصافحہ کر لیتے ہیں، لیکن اس کی گردن پھلانگ کر (بغیر مصافحہ) آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عمل اسلامی معاشرے کے اندر ضعف اور کمزوری پیدا کرنے کا بہت بڑا سبب ہے، اس لئے اس کے بارہ میں شرعی حکم انتہائی قطعی اور وعید انتہائی شدید ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ ] [1]

ترجمہ (کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے، جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑا اور اس حال میں مرگیا تو وہ جہنم میں جائے گا)

[1] ابوداؤد ۵/۲۱۵ صحیح الجامع ۷۶۳۵۔

ابوخراش الاسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ بِسَفْكِ دَمِهِ ][1]

ترجمہ: (جس نے اپنے کسی بھائی سے سال بھر ھجر کئے رکھا (اسے چھوڑے رکھا) اس نے اسے قتل کر دیا)

مسلمانوں کے درمیان رنجش اور قطع تعلقی کا یہی عذاب کافی ہے، کہ ایسا کرنے والے گناہوں کی بخشش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: اُتْرُكُوْا أَوْ أَرْكُوْا [يَعْنِيْ أَخِّرُوْا] هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا ][2]

ترجمہ: (ہفتہ میں دو بار بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ایک پیر کے دن دوسرے جمعرات کے دن، چنانچہ ہر مؤمن بندے کو معاف کر دیا جاتا ہے، سوائے ان بندوں کے جن کے دلوں میں کینہ اور بغض ہو، انکے بارہ میں کہا جاتا ہے، ان کو چھوڑ دو (یا انکا معاملہ مؤخر کر دو) حتی کہ صلح کر کے لوٹ آئیں)

جو شخص اس گناہ سے توبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے، کہ وہ اپنے بھائی کے پاس چلا جائے، اور اسے سلام کہے، اگر اس کا بھائی ملنے سے انکار کر دے تو سلام کے لئے جانے والا شخص بریٔ الذمہ ہو جائے گا، اور سارا گناہ اس شخص کے سر ہو جائے گا جو ملنے سے انکار کر دے۔

[1] الادب المفرد ۴۰۶ صحیح الجامع ۶۵۵۷۔
[2] صحیح مسلم ۴/۱۹۸۸۔



ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ ][1]

ترجمہ: (کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ کنارہ کرے، دونوں آپس میں ملتے ہیں، ایک اس طرف منہ پھیر لیتا ہے دوسرا اس طرف ۔۔۔۔۔ دونوں میں بہتر اور افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے)

(۱) اگر ھجر اس کے لئے فائدہ مند ہے، یعنی اس کے ھجر سے وہ اپنی برائی کا احساس کر کے اسے چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے، تو اس صورت میں ھجر اور کنارہ کشی واجب ہے۔

(۲) اور اگر ھجر سے اس گناہ گار کا اعراض مزید بڑھ جاتا ہے، اور اس کے عناد، سرکشی اور نفرت میں اضافہ ہو جاتا ہے، تو پھر ھجر جائز نہیں ہے۔

کیونکہ دریں صورت کوئی شرعی مصلحت حاصل نہیں ہو رہی، بلکہ بگاڑ میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کے ساتھ تعلق نصیحت اور خیر خواہی کا سلسلہ برقرار رہے۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ لوگوں کے بیچ پھیلے ہوئے حرام امور میں سے جس قدر جمع کرنا میری لئے ممکن ہوسکا، میں نے جمع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء الحسنی کے واسطہ سے دعا اور استدعا ہے، کہ ہمیں اپنی اتنی خشیت عطا فرمادے جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور اتنی اطاعت کی توفیق عطا فرمادے جو ہمارے جنت میں پہنچنے کے لئے کافی ہو جائے۔ ہمارے تمام گناہ اور زیادتیاں معاف فرمادے، اور ہمیں اپنے حلال رزق کی برکت سے حرام امور سے مستغنی کر دے اور اپنے

[1] بخاری مع الفتح ۱۰/۴۹۲۔

فضل سے اپنے علاوہ ہر ایک سے بے نیاز کردے۔ہماری توبہ قبول فرمالے،گناہوں کودھوڈالے،بےشک وہ سننے والااورقبول فرمانے والاہے۔

وصل وسلم على النبی الامی محمد واله وصحبه أجمعين والحمد لله رب العالمين

